بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

۲۵ جمادی الثانی ۲۸ اگست
۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء

احادیثِ رسول

مرتبہ: قاری فیوض الرحمٰن

آدابِ طعام

◎

کھانے کا مسنون طریقہ یہ ہے۔ "کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے، بسم اللہ پڑھ کر داہنے ہاتھ سے کھائے اور پیئے، اور جب کھانا شروع کرے تو پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ (اللہ کے نام سے کھاتا ہوں اور اسی کی رحمت کا امیدوار ہوں) کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیئے کیونکہ اللہ کی نعمت ہے اس لئے اس کا نام لے کر ہی شروع کرنا چاہیئے۔ آپؐ کا ارشاد ہے "جس کھانے پر خدا کا نام نہیں لیا جاتا شیطان اس کو اپنے لئے جائز کر لیتا ہے" اگر کوئی شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو اسے کھانے کے ختم ہونے تک کسی وقت "بسم اللہ اوّلہ و اٰخرہ" کہہ دینا چاہیئے۔

کھانے پینے کا کام داہنے ہاتھ سے اور دفع نجاست کا بائیں ہاتھ سے کیا جائے۔ شریعت میں داہنی جانب کو اچھے اور مہذّب کاموں کے لئے خاص رعایت دی گئی ہے۔

ایک دفعہ آپؐ مجلس میں تشریف فرما تھے۔ دائیں جانب ایک بدّو اور بائیں جانب حضرت ابوبکرؓ بیٹھے تھے آپؐ کے سامنے دودھ پیش کیا گیا۔ آپؐ نے دودھ پی کر بدّو کی طرف پیالہ بڑھایا اور فرمایا کہ ترتیب میں داہنی جانب کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

آج کل دائیں ہاتھ سے کھانے اور دائیں جانب کا لحاظ تقریباً ختم ہو رہا ہے اور اسے تہذیب و شائستگی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات کے سب سے مہذّب اور متمدّن انسان تھے وہ تہذیب و ثقافت جو انہوں نے ہمیں بخشی ہے اس قدر جامع اور ہمہ گیر ہے کہ وہ ہر مقام اور ہر زمانے میں زندہ اور باقی رہنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ زمانہ گو کتنا آگے بڑھ جائے دنیا کی مہذّب اور متمدّن قومیں اس سے بہتر تہذیب و ثقافت جنم دینے سے عاجز رہیں گی۔ افسوس انگریز یہاں سے رخصت ہوا لیکن ہم مسلمانوں کے ذہنوں پر ابھی وہ چھایا ہوا ہے۔ بقول مولانا ابوبکر "یہ کیسا احساسِ کمتری ہے، یہ کسی رُلا دینے والی بدبختی ہے، یہ کیسا ہنگامہ زبونئ ہمّت ہے کہ تمہارے اپنے گھر میں ثقافت اور تہذیب کے یہ لعل و جواہر ہیں اور تم غیروں کے خذف ریزوں پر للچائی ہوئی نظر ڈالتے ہو؟ آپؐ کا ارشاد ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِىْ سَلَمَةَ رضؓ قَالَ لِىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "سَمِّ اللّٰهَ وَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ وَ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ۔ (متفق علیہ)

حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کھانے کے وقت اللہ کا نام (بسم اللہ پڑھو) لو۔ اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔"

یہی صحابی کہتے ہیں کہ صغرسنی کی وجہ سے میرے ہاتھ کھانے کے برتن میں ادھر ادھر بڑھ جاتے تھے (کبھی ایک طرف سے کھاتا اور کبھی دوسری طرف سے) تو اس موقع پر آپؐ نے مجھے یہ نصیحت فرمائی۔ (ریاض الصالحین صہ ۳۱۴)

اسی بناء پر علماء نے لکھا ہے کہ ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے، تاکہ دوسرے کھانے والوں کی طبیعت مکدر نہ ہو۔ حقہ کے مطابق کھائے اور کھانے وقت باتیں نہ کرے، ٹیک لگا کر نہ بیٹھے اور نہ منہ کے بل لیٹ کر کھائے۔ پانی تین سانس میں پیئے۔ پیتے وقت بسم اللہ پڑھے۔ جب برتن ہٹائے تو الحمد للہ کہے۔ پانی بیٹھ کر پیئے البتہ آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا مسنون ہے۔ پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لے۔ جب کھانے سے فارغ ہو یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔

کھانا کھانے کی دعا

حدیث میں حضرت معاذ بن انسؓ کی روایت کردہ ایک اور دعا بھی آئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جس نے کھایا کھایا اور (آخر میں یہ) دعا پڑھی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنِىْ هٰذَا وَ رَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّىْ وَ لَا قُوَّةٍ" غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (ابوداؤد، ترمذی) اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

کھانے میں عیب نہ نکالا جائے

کھانے میں عیب نہ نکالنا چاہیئے کیونکہ اس سے گھر والوں اور کام کرنے والوں کو ناگواری ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے:۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ: مَا عَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ: اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهٗ وَ اِنْ كَرِهَهٗ تَرَكَهٗ — کہ آپؐ نے کھانے میں کبھی عیب نہ نکالا۔ اشتہا ہوئی تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا۔"

مل کر کھاؤ

دوست احباب اور گھر والوں کے ساتھ مل کر کھانا چاہیئے کیونکہ یہ تمدّن اور حسنِ معاشرت کی علامت ہے نیز مل کر کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے۔ وحشی بن حربؓ سے روایت ہے۔ کہ آپؐ کے صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ "یَا رَسُوْلُ اللّٰهِ!

(باقی صہ ۱۸ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدّام الدّین لاہور

۲۵ر جمادی الثانی ۱۳۹ھ
۲۸ر اگست ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۱۵

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

خلافتِ اسلامیہ بحال کرنے کا منصوبہ

کیا شاہ فیصل بادشاہت چھوڑ سکیں گے؟

یک اخباری اطلاع کے مطابق جدّہ کے سفارتی ذریعہ نے انکشاف کیا ہے کہ شاہ فیصل خلافتِ اسلامیہ کو بحال کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں مختلف اسلامی ملکوں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

شاہ فیصل کی تجویز کے مطابق ابتدا میں خلیفہ کی کوئی سیاسی حیثیت نہیں ہوگی اور وہ صرف مسلمانوں کے مذہبی امور کی نگرانی کرے گا۔ خلیفہ کو مقرّرہ مدت کے لئے مختلف اسلامی ملکوں سے منتخب کیا جائے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ابتدائی مراحل طے کرنے کے بعد خلیفہ کو سیاسی اہمیّت دینے کے اقدامات کئے جائیں گے۔

خلافتِ عثمانیہ کے زوال کے بعد مختلف مسلم رہنماؤں کی طرف سے اگرچہ خلافتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کی تجویز پیش کی جاتی رہی ہے اور تحریک خلافت کے عنوان سے منظم کوششیں کی گئی ہیں۔ اور اب بھی یہ جد وجہد جاری ہے لیکن مسلم سربراہانِ مملکت میں سے شاہ فیصل پہلے شخص ہیں جنہوں نے خلافتِ اسلامیہ کی بحالی کا منصوبہ پیش کیا ہے۔

اسلامی نظامِ حکومت میں خلافت کو جو اہمیّت حاصل ہے محتاج وضاحت نہیں خلیفہ عوام کا منتخب نمائندہ اور اسلامی احکام نافذ کرنے اور ان پر عمل درآمد کرانے کا ذمہ دار ہوتا ہے مسلمانوں نے جب سے خلافت و مشاورت کا نظام ترک کر کے اس کی جگہ ملوکیّت اور صدارت کا نظام رائج کیا ہے اس وقت سے نہ صرف یہ کہ ملّتِ اسلامیہ زوال پذیر ہوئی ہے بلکہ اسلام کی دعوت و تبلیغ اور اس کے نظامِ اجتماعی کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔

شاہ فیصل کی تجویز بڑی مبارک اور لائقِ صد تحسین ہے لیکن سوال یہ ہے کہ شاہ فیصل اسلام کے نظامِ خلافت کو دوبارہ زندہ کرنے کے پروگرام میں واقعی مخلص ہیں ــــ؟ اور ان کے ذہن میں خلافتِ اسلامیہ کا جو تصوّر اور خاکہ موجود ہے وہ "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کے معیار پر ہوگی؟ اور وہ اپنی بادشاہت سے دست بردار ہو کر عوامی انتخاب کے ذریعہ خلافتِ اسلامیہ قائم کرنے پر آمادہ ہو سکیں گے؟ اگر یہ صورت نہیں ہے اور خلافتِ اسلامیہ سے ان کی مراد یہ ہے کہ ان کا موجودہ نظام ملوکیت و بادشاہت بھی جوں کا توں برقرار رہے اور مختلف مسلمان بادشاہ اور سربراہانِ مملکت مل کر کسی ایک کو خلیفہ مقرر کر کے اسے صرف اپنی بادشاہت کے استقلال اور استحکام کے لئے بطور حربہ استعمال کریں۔ اور یہ تاثر دینے کی کوشش کریں کہ اس طرح اسلامی احکام کے مطابق خلافتِ اسلامیہ کا قیام ہو گیا ہے تو ہم سمجھتے ہیں یہ خلافتِ اسلامیہ کے قیام اور اس کی نشاۃِ ثانیہ کی حقیقی تحریک کو نقصان پہنچانے اور اس کی افادیت کو ختم کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔ ممالکِ اسلامیہ کو آج جن حالات سے گذرنا پڑ رہا ہے خصوصاً عرب ممالک آج جس قسم کی نازک صورتِ حال سے دو چار ہیں اور داخلی خلفشار اور خارجی اثرات نے ان کا جو حشر کیا ہے اس کا علاج اس کے ماسوا اور کوئی نہیں ہے کہ ملوکیّت اور آمریت کے تمام مروّجہ غیر اسلامی نظاموں کو یکسر ختم کر کے خلافتِ راشدہ کے طرز پر خلافتِ اسلامیہ کا نظام رائج کیا جائے۔ اس نظام کی ترویج و نفاذ میں آج سب سے بڑی رکاوٹ اسلامی ملکوں کے "بادشاہ سلامت" ہی ہیں۔ اور بادشاہت کے اس نظام نے اسلام کے شورائی نظام کو تاراج کر کے آمریت کے دروازے کھولے ہیں اور یہی نظام درحقیقت

(باقی ص۶ پر)

موجودہ سوسائٹی میں اسلامی سزاؤں کے نفاذ کا مسئلہ

مولانا غلام غوث ہزاروی

آج کل ایک بحث اخبارات و رسائل میں جاری ہے۔ مگر اس کے اثرات موجود ہیں۔ بحث یہ ہے کہ کیا آج کل جیسی مخلوط سوسائٹی میں زنا اور چوری کی شرعی سزائیں جاری کرنا ضروری ہے؟ بلکہ مردوں اور بنی ٹھنی عورتوں کے عام اختلاط جب کہ زنا کو کوئی غیر معمولی جرم نہیں سمجھا جاتا ایسی سزائیں دینا ظلم نہیں ہے؟ ہم شرعی سزاؤں کے بارہ میں موخرالذکر الفاظ نہ دہراتے مگر جب اس قسم کے مضامین اخبارات و رسائل کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں تو نقل کفر کفر نہ باشد کے تحت ہم نے آئندہ مضمون کی خاطر یہ درج کر دئے۔

ورنہ کسی مسلمان کے شایانِ شان نہیں ہو سکتا کہ وہ ایسے کلمات کو زبان پر لائے جن سے کسی حکم شرعی کی تخفیف یا ایہام تخفیف بھی ہو۔ ایک زمانہ ایسا مبارک بھی گذرا ہے جب کہ ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواتین کے مسجد میں جانے کا ذکر فرمایا۔ ان کے فرزند نے کہا ہم تو (آج کل) عورتوں کو نہیں جانے دیں گے۔ ان کی مراد صاف ظاہر تھی کہ اب زمانہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ کی طرح نہیں رہا۔ اس لئے مفاسد کا سدِ باب ضروری ہے اور سدِّ باب فساد کے لئے ہمیں عورتوں کو ایسی آزادی نہیں دینی چاہیئے۔ یہی مضمون سیدۃ النساء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بھی مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آج جو حالات ہیں اگر حضور پُر نور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ہوتے تو آپ عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔

حالانکہ وہ زمانہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا زمانہ خیرالقرون تھا۔ مگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کوئی معمولی قسم کے عوام نہ تھے۔ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی موجودگی اور آپ کی وفات سے بعد کے زمانوں کے درمیان جتنا کچھ تفاوت رونما ہو چکا تھا جو فطری بات ہے۔ صحابہ کرامؓ کے لئے وہ بھی سوہانِ روح تھا۔ اور صحابی بھی جو عورتوں کے مساجد میں جانے کا ذکر فرما رہے تھے وہ بھی کسی مفسدے کے حق میں نہ تھے نہ شرعی حدود سے تجاوز برداشت کر سکتے تھے۔ بات صرف اتنی ہوئی کہ انہوں نے ایک حدیث بیان فرمائی ان کے فرزند نے فوراً ہی یہ بات کہہ دی کہ ہم تو عورتوں کو روکیں گے۔ اس طرزِ گفتگو سے ظاہری صورت حدیث کے مقابلہ میں بات کرنے کی بن گئی اور یہ بات اُن پاک نفوس کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے موت تک بیٹے سے بات نہ کی کہ اس نے حدیثِ رسول کا مقابلہ کیا ہے حالانکہ جیسے کہ آپ نے سن لیا ہے کہ مقابلہ کا سوال ہی نہ تھا بلکہ بدلے ہوئے زمانہ کے مطابق احکامِ پردہ اور ان کے تقاضوں پر سختی سے عمل کرنا چاہتے تھے۔ مگر صرف ظاہری اور صوری مقابلۂ حدیث کی وجہ سے باپ نے بہت بُرا محسوس کیا اور یہ ان کے عشق و محبت کا نتیجہ تھا۔ جو ان کو آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تھی۔ بہر حال شرعی سزاؤں کو ظلم سے تعبیر کرنے کے الفاظ ہم نے مضمون کا پس منظر بیان کرنے کی ضرورت سے دہرائے ہیں۔

یہ شرعی مسئلہ چونکہ اخبارات میں زیرِ بحث آ چکا ہے اس لئے اس کے بارہ میں عرض ہے کہ ایک فریق نے مندرجہ بالا عبارت کو شریعت کے خلاف اور اسلامی سزاؤں کی توہین سمجھ کر دوسرے فریق کے کسی مفتی سے اس کا حکم دریافت کیا ہے کہ آیا اس طرح لکھنے یا کہنے والے پر وہ احکام جاری نہیں ہو سکتے جو کسی مرتد کے ہو سکتے ہیں۔ اس پر دوسرے فریق نے جو ان الفاظ اور اس خیال کا مخالف نہیں ہے جواب میں پانچ چھ کالموں کا طویل و عریض مضمون نقل کر ڈالا ہے جس سے وہ پڑھنے والوں کو یہ تصوّر دے رہے ہیں، کہ عبارت کا سابق و لاحق دیکھو کہ لکھنے والے نے یہ جو شرعی سزاؤں کو ظلم لکھا ہے یہ غلط نہیں ہے اور الزام دھرنے والے یا کم فہم ہیں یا بدنیت بلکہ دونوں بیماریوں کے شکار ہیں۔

ہم نے اس لمبی چوڑی عبارت پر بہت غور کیا۔ مگر ہمیں ان سخت الفاظ کے لئے کوئی وجۂ جواز نظر نہیں آئی۔

شرعی سزاؤں کو ظلم لکھنے کی صفائی کا خلاصہ ہماری سمجھ میں یہ آیا (۱) کہ ایک سائل سوال کرتا ہے کہ شرعی سزائیں سخت ہیں۔ مجیب جواب دیتے ہیں کہ یہ سزائیں ایسی مخلوط سوسائٹی کے لیے ہیں ہی نہیں۔ یہ تو اس پاک سوسائٹی کے لیے ہیں جہاں کیریکٹر بہت بلند تھا اور خدانخواستہ کسی سے یہ جرم سرزد ہو جاتا تو وہ اتنا پریشان ہوتا کہ زندگی پر موت کو ترجیح دیتا اور خود اپنے اوپر یہ سزائیں جاری کرانے کی کوشش کرتا۔ (۲) اسلامی احکام آپس میں مربوط ہیں۔ یہاں سوسائٹی اجتماعی نظام اور تعزیرات کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سزائیں وہیں فِٹ آتی ہیں جہاں مجموعی طور سے اسلامی نظام قائم ہو۔ (۳) اس کے سوا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پہلے معاشرہ کو درست کر لو پھر سزائیں جاری کرو۔ دوسرے فریق کی جانب سے جو کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یا کہا جا رہا ہے ہماری سمجھ کے مطابق اس کا خلاصہ اتنا ہی ہے جو عرض کر دیا گیا۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ ان دلائل اور اس لمبی عبارت سے ہماری تسلی نہیں ہوتی۔

مجاہد الحسینی
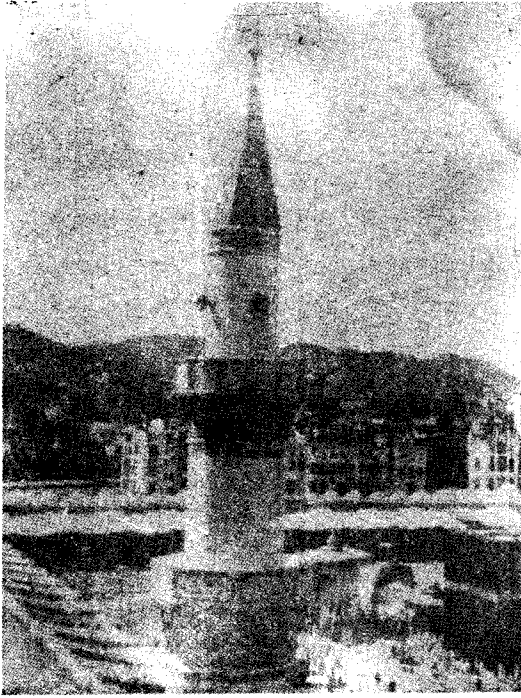
مولانا سیّد اسعدؒ مدنی کے ساتھ چند روز

ایک سفرنامہ ——— ایک تاریخی سرگزشت

(۱۴)

◎ ممتاز شخصیات کی حاضری ◎ تعمیری اقدامات
◎ شیوخ سے تعلّقات

◎

لاہور میں جب کبھی حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کا قیام ہوتا تو لاہور کی نامور علمی شخصیات، ممتاز اہلِ قلم، دانشور اور مختلف مکاتبِ فکر کے سیاسی رہنما آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے۔ مسلم لیگ کے ممتاز رہنما اور سابق وزیرِ خوراک و زراعت صوفی عبدالحمید مرحوم چونکہ آپ کے مرید اور میزبان تھے اور انہیں کی رہائش گاہ پر قیام ہوتا تھا ان کی مناسبت سے اکثر سیاسی رہنماؤں کی آمد ہوتی رہتی، پاکستان کے سابق وزیر قانون جناب خورشید احمد صاحب بھی حضرت رائے پوری سے بیعت تھے۔ پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات و نشریات اور متحدہ ہندوستان کے ممتاز و معروف رہنما عبدالوحید خاں بھی کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر نیاز حاصل کرتے۔

جماعتِ اسلامی پاکستان کے سابق امیر اور مشہور مفسّرِ قرآن مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا عبدالرحیم اشرف مدیر المنبر لائل پور، مصطفیٰ صادق ایڈیٹر وفاق، روزنامہ امروز کے چیف ایڈیٹر عبداللہ ملک، مدیر چٹان آغا شورش کاشمیری، نامور شاعر حضرت احسان دانش اور دیگر مختلف شخصیات عقیدت و احترام کے جذبات کے ساتھ حاضر ہوتیں۔

ہمارے ملک کے نامور صحافی اور معروف مزاح نگار حضرت علاّمہ حسین میر کاشمیری مرحوم کو لے کر راقم الحروف جب پہلی بار حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو نماز مغرب کا وقت تھا۔ حضرت امیرِ شریعتؒ بھی ان دنوں وہیں قیام پذیر تھے۔ حضرت کی بیماری کی رعایت کرتے ہوئے جب حضرت کے خلیفہ مولانا مسعود علی آزاد نے پہلی رکعت میں سورۂ عصر اور دوسری رکعت میں سورۂ کوثر پڑھ کر جلدی سے نماز پڑھا دی تو علامہ حسین میر نے حضرت امیر شریعتؒ سے عرض کیا۔ شاہ جی! زندگی میں نماز خشوع و خضوع سے آج پہلی بار ادا، کی ہے۔ کیونکہ امام صاحب نے اتنی جلدی میں نماز پڑھا دی ہے کہ شیطانی وسوسے کا چانس (موقع) ہی نہیں آنے دیا۔ یہ لطیفہ سن کر شاہ صاحب مسکرا دیئے اور حضرت رائے پوری کو جب یہ لطیفہ سنایا گیا تو مجلس زعفران زار بن گئی۔ بعد ازاں حضرت رائے پوریؒ کی ایک مجلس باقاعدہ علامہ حسین میر کے لطائف و ظرائف کے لئے وقف ہوئی اور زندگی میں حضرت کو خوب کھُل کر ہنسنے کا موقع اسی شخصیت نے فراہم کیا۔ اس کی تفصیلات کسی دوسرے موقع پر انشاء اللہ پیش کی جائیں گی۔

جمعیتہ اہلحدیث پاکستان کے امیر اور ممتاز دینی و سیاسی رہنما مولانا داؤد غزنوی نے حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضری کا پروگرام بنایا۔ مولانا نے راقم الحروف کو ٹیلیفون پر اطلاع دی چنانچہ ہم دونوں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا غزنویؒ نے حضرت کی خدمت میں تخلیہ کی صورت میں معروضات پیش کرنے کی درخواست کی۔ حضرت کے حکم سے کمرہ خالی ہو گیا اور دیر تک یہ تخلیہ میں رہے۔ واپسی پر دیکھا کہ حضرت مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی پر عجیب کیفیّت طاری ہے چہرہ دیکھ کر میرا احساس تھا کہ مولانا غزنویؒ پر کافی گریہ طاری رہا ہے۔ آواز رُندھی ہوئی تھی۔ اسی حالت میں مولانا غزنویؒ نے فرمایا۔ مجاہد بھائی! اس بات کا کسی کے سامنے تذکرہ نہ کرنا کہ اس سے خواہ مخواہ کی غلط بحث کو راہ ملے گی۔ آج میں حضرت رائے پوری کے سلسلہ بیعت سے منسلک ہو گیا ہوں۔ تزکیۂ نفس، اصلاح احوال اور تصحیح نیّت کے لئے یہ اقدام نہایت ضروری ہے۔ مولانا غزنویؒ کی حسب ہدایت ان کی زندگی میں کبھی کسی جگہ مَیں نے اس واقعے کا تذکرہ نہیں کیا۔

تعمیری اقدامات

حضرت مولانا رائے پوریؒ نے تحریک ختم نبوّت کے محرکات اور مضمرات کا چونکہ قریب سے مشاہدہ کیا تھا اور حضرت امیر شریعت، مولانا محمد علی جالندھری، ماسٹر تاج الدین انصاری، شیخ حسام الدین اور مولانا قاضی

احسان احمد شجاع آبادی کے علاوہ مبلغین اسلام مولانا لال حسین اختر اور مولانا محمد حیات فاتح قادیان سے اس موضوع پر اکثر گفتگو رہتی تھی۔ حضرت رائے پوریؒ نے ان حضرات پر زور دیا کہ مسئلہ قادیانیت پر کوئی جامع کتاب شائع کرائیں۔ انہی دنوں پاک و ہند کے نامور مصنف اور عالم اسلام کی ممتاز دینی شخصیت مولانا ابوالحسن علی ندوی پاکستان میں تشریف لائے تو حضرت رائے پوریؒ نے ان سے خصوصی تاکید کے ساتھ فرمایا کہ مسئلہ قادیانیت پر جامع کتاب تحریر فرمائیں۔ چنانچہ حضرت رائے پوریؒ ہی کی تجویز اور تحریک پر قادیانیت کے عنوان سے مولانا علی میاں نے ایک جامع کتاب تحریر فرمائی جسے پہلے مکتبہ دینیات لاہور نے شائع کیا۔ اور اب چوہدری بشیر احمد ناظم مکتبہ نشریات اسلام لاہور نے طبع ثانی پیش کیا ہے —— حضرت رائے پوریؒ کی سوانح عمری بھی علی میاں نے ہی مرتب کرکے شائع کی ہے۔

حضرت رائے پوریؒ نے قیام لائل پور کے دوران مولانا محمد علی جالندھری اور حاجی قائم الدین صاحب مدظلہ، کے فرزند حاجی گلزار احمد صاحب کے سامنے یہ تجویز بھی پیش فرمائی تھی کہ عصر حاضر کی ضروریات پوری کرنے اور لوگوں کو عمدہ اسلامی لٹریچر مہیا کرنے کے لئے ایک نشر و اشاعت کا مرکز قائم کیا جائے۔

حضرت رائے پوریؒ بڑی جامع اور ٹھوس تجاویز پیش کرکے ملتِ اسلامیہ کی تعمیر و ترقی میں گہری دلچسپی لیا کرتے تھے۔

شیوخ سے تعلقات

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ اگرچہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے بیعت تھے لیکن دوسرے شیوخ اور بزرگوں سے نیازمندی اور ان کے عقیدت و احترام میں ذرہ برابر فرق نہ لاتے۔ اور اپنے معاصر مشائخ و پیرانِ طریقت کا ہمیشہ عزت و عظمت کے ساتھ تذکرہ کرتے۔ حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ شروع ہوتا تو دیر تک ان کی علمی عظمت، تصنیفی خدمات اور تزکیۂ نفس کے سلسلہ میں ان کے محاسبہ و گرفت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حضرت تھانویؒ تصوف کے مجدد تھے"۔

حضرت مولانا تھانویؒ بھی آپ کا بڑا احترام و اکرام کرتے۔ ایک بار حضرت رائے پوری تھانہ بھون گئے تو واپسی پر حضرت تھانویؒ اسٹیشن تک پہنچانے گئے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ محبت و عقیدت اور احترام و اعتماد کا معاملہ اس لئے غیر معمولی تھا کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ سیاسیات میں ہمیشہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن کی طرف رجوع کیا جائے۔

ظاہر ہے کہ شیخ الہندؒ کے جانشین اور آپ کے مسلک و موقف کے صحیح پیروکار حضرت شیخ مدنیؒ ہی تھے۔ اس لئے ان کی ذاتِ گرامی کے ساتھ جو گہری وابستگی اور تعلقِ خاطر ہو سکتا ہے وہ کسی دوسرے کے ساتھ ممکن نہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ آپ کی محبت و عقیدت منفرد اور مثالی تھی۔ لوگ آپ کے مرید ہونے کے لئے حاضر ہوتے تو حضرت رائے پوری پہلے تھانہ بھون اور حضرت شیخ مدنیؒ کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیتے جب اصرار بڑھ جاتا تو سلسلۂ بیعت میں منسلک کیا جاتا۔

حضرت رائے پوریؒ نے جب پاکستان کے لئے آخری سفر کیا تو بیماری اور نقاہت کے باوجود آپ نے دیوبند جاکر حضرت شیخ مدنی سے ملاقات پر زور دیا۔ چنانچہ حضرتؒ کی خواہش کے مطابق خدام نے سہارنپور سے دیوبند کا پروگرام بنا دیا۔ جو حضرات اس ملاقات میں شریک تھے ان کا فرمان ہے کہ یہ کیفیت و واردات کے اعتبار سے تاریخی ملاقات تھی اور حضرت رائے پوریؒ بار بار حضرت مدنیؒ سے دعاؤں کی درخواست کرتے اور بار بار یہی فرماتے۔ "شاید یہ آخری ملاقات ہو"

(باقی آئندہ)

بقیہ : اداریہ

اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے زوال و انحطاط کا سبب بنا ہے اور اسی نے اسلام کے پاکیزہ طریق حکمرانی کی جگہ غیر اسلامی نظامہائے زندگی کمیونزم، سوشلزم وغیرہ کو پنپنے کا موقع دیا ہے۔

جو لوگ "خلافتِ اسلامیہ" کے فرضی عنوان سے اپنی ملوکیت اور بادشاہت کی عمر دراز کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں انہیں خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر صورتِ حال کا صحیح طور سے جائزہ لینا چاہیئے اب اسلام کے نام پر فرضی کھیل اور ناٹک رچانے کا وقت نہیں یہ تو سچے عمل و کردار کے مظاہرے کا دور ہے۔ اگر واقعی خلافتِ اسلامیہ کا احیاء مقصود ہے تو شاہ فیصل اور ان کے دوسرے "بھائی بندوں" کو اپنا موجودہ غیر اسلامی نظامِ بادشاہی ختم کرنا پڑے گا۔ جب ہم اسلام کے ساتھ سوشلزم کی پیوند کاری برداشت نہیں کرتے تو اسلام کے ساتھ بادشاہت کی پیوند کاری کس طرح جائز ہو سکتی ہے؟

اسلام کی حقیقی روح کا احساس کرتے ہوئے شاہ فیصل کو چاہیئے کہ وہ بادشاہی نظام کو خود ہی خیرباد کہہ دیں اور اس کی جگہ پہلے سعودی عرب میں "خلافتِ اسلامیہ" کا نظام رائج کرنے کی مثال قائم فرمائیں — اس طرح وہ اپنے ہمسایہ ممالک میں رونما ہونے والے انقلابی طوفان کی زد سے بھی محفوظ رہیں گے اور دوسرے ممالکِ اسلامیہ بھی ان کے مبارک منصوبہ پر عمل کرنے اور ان کی اس خوبصورت تجویز پر لبیک کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں گے۔

تذکرہ اسلاف

شیخ الہند مولانا محمود الحسن رح دیوبندی

محمد اکبر صادقی متعلم جامعہ رشیدیہ ساہیوال

حضرت شیخ الہندؒ ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء بریلی میں پیدا ہوئے۔ گویا انقلاب ۱۸۵۷ء میں آپ کی عمر شریف تقریباً چھ سال کی تھی۔

نسب نامہ محمود بن ذوالفقار علی بن شیخ فتح علی صاحب اسی طرح آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

بچپن جس وقت آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوا یعنی ۱۳۰۰ھ میں اس وقت آپ کی عمر شریف غالباً ۳۲ سال کی تھی گویا آپ نے اپنی عمر کا تقریباً نصف حصہ مادری شفقت کے سایہ میں گذارا۔ اور نصف سے زائد حصہ شفیق باپ کی زیر تربیت بسر کیا۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ کا وصال ۱۳۳۹ء میں ہوا اور والد محترم کا انتقال ۱۳۲۲ھ میں ہوا۔ کبھی کبھی حضرت شیخ الہندؒ اپنی والدہ محترمہ کی شفقت اور محبت کا تذکرہ درسگاہ میں فرمایا کرتے تھے آپ نے متعدد مرتبہ فرمایا میں اپنے درس و تدریس میں مشغول رہتا، گھر میں کھانا پک جاتا اور سب کھا لیتے لیکن میری والدہ کسی قدر آٹا بچا کر میری منتظر رہتیں۔ گرمی کی دوپہر میں گھر جاتا تو خود فوراً تازہ روٹی پکا کر کھلاتیں۔ (حیاتِ شیخ الہندؒ)

تعلیم و تربیت آپ نے الف با اور قرآن پاک کا اکثر حصہ میاں جی منگلوری سے اور کسی قدر میاں جی عبداللطیف سے پڑھا — اس کے بعد فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے عالم چچا مہتاب علی سے پڑھیں۔ جس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال کی ہوئی یعنی محرم ۱۲۸۳ھ تک قدوری اور شرح تہذیب وغیرہ کتابیں پڑھ چکے تھے۔ اس کے بعد ۱۵ر محرم الحرام ۱۲۸۳ھ سے مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس اوّل ملّا محمود سے پڑھنا شروع کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں پہلا استاذ بھی محمود اور پہلا شاگرد بھی محمود تھا۔ اس کے بعد ۱۲۸۴ھ میں حضرت شیخ الہندؒ نے کنز الدقائق اور میبذی اور مختصرالمعانی کا امتحان دیا۔ اور اس کے بعد ۱۲۸۵ھ میں ہدایہ اور مشکوٰۃ اور مقاماتِ حریری کے امتحانات میں شریک ہوئے۔ پھر ۱۲۸۶ھ میں کتب صحاح ستّہ اور بعض دیگر کتابیں اپنے فخر زماں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی سے پڑھیں۔

فراغت ۱۲۸۶ھ میں صحاح اور بعض دیگر کتابیں پڑھنے کے بعد آپ ۱۲۸۸ھ میں فارغ ہوگئے۔ اس سال مدرسہ میں آپ کو معین مدرسہ بھی بنا دیا اور ۱۹ر ذی قعدہ ۱۲۹۰ھ میں آپ کی دستاربندی ہوئی، اور ۱۲۹۲ھ میں آپ مدرس چہارم بنا دیے گئے۔ (تذکرہ شیخ الہند ۵۶-۵۷)

تدریس حضرت شیخ الہند ۱۲۸۸ھ میں ابھی پورے طور پر فارغ التحصیل بھی نہ ہوتے تھے کہ آپ کو معین مدرس مقرر کر دیا گیا تقریباً پورا ایک سال آپ نے طلباء کو مختلف کتابیں پڑھائیں۔ جب طلباء کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا تو منتظمین حضرات کو مزید مدرس بڑھانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت شاہ رفیع الدین صاحبؒ مہتمم تھے۔ انہوں نے مدرس چہارم کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کو منتخب فرمایا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے والد ماجد خوشحال آدمی تھے۔ وہ تنخواہ لے کر پڑھانا پسند نہ فرماتے تھے اس لئے معاوضہ سے انکار کر دیا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ موصوف کے سامنے ان کو بھی مجبور ہونا پڑا۔ حضرت شیخ الہند کو ۱۵ روپے ماہوار پر مدرس چہارم بنا دیا گیا۔

اس طرح ۱۲۹۲ھ میں مدرسہ دارالعلوم کے باضابطہ چار استاذ ہو گئے۔

۱۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب، صدر مدرس (۲) حضرت مولانا سیّد احمد صاحب دہلوی مدرس دوم (۳) ملّا محمود صاحب مدرس سوم (۴) حضرت شیخ الہند مدرس چہارم۔ حضرت شیخ الہندؒ اگرچہ مدرس چہارم تھے۔ لیکن طلباء کو بڑی بڑی کتابیں پڑھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں قطبی اور قدوری پڑھا لینے کو غنیمت سمجھتا تھا۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ نے ترمذی، مشکوٰۃ، ہدایہ وغیرہ نو کتابوں کے اسباق پڑھائے۔ ۱۲۹۴ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر ۱۲۹۵ھ سے بخاری شریف پڑھانا شروع فرما دی۔ ۱۲۹۷ھ میں جب مولانا محمد قاسم صاحب کا وصال ہوا۔ تو آپ نے صدمۂ استاذ میں چند دنوں کے لئے پڑھانا بند کر دیا۔ پھر حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے فرمانے سے پڑھانا شروع کیا اور ۱۳۰۲ھ میں مولانا محمد یعقوب صاحب کے وصال تک آپ مدرس کی حیثیت سے درس دیتے رہے۔ اس کے بعد ۱۳۰۵ھ میں جب مولانا سیّد احمد صاحب بھوپال تشریف لے گئے تو آپ صدر مدرس بنا دئے گئے۔ اور ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۳۹ھ ہجری تک آپ دارالعلوم کے صدر مدرس رہے۔ اس طرح آپ نے ۱۲۸۹ھ سے ۱۳۳۹ھ تک تقریباً پچاس سال علم نبوّت کی اشاعت فرمائی۔

حلقۂ درس حضرت شیخ الہندؒ نے تمام عمر چٹائی پر بیٹھ کر درس دیا۔ اخیر عمر میں جب مرض بواسیر نے شدّت اختیار کی تو خدّام نے اسپرنگ دار گدّا بنوا دیا تھا لیکن آپ اس پر بیٹھتے ہوئے کراہت محسوس کرتے تھے۔ حضرتؒ کا حلقہ درس نہایت مہذّب اور شائستہ ہوتا تھا، بہت دُور دُور سے ذی استعداد طلباء آتے تھے آپ ان سب کے شکوک و شبہات کا ازالہ فرما کر مطمئن فرما دیتے۔ حضرتؒ کی تقریر نہایت سلیس اور رواں ہوتی تھی، آواز میں نہ سختی تھی اور نہ [illegible] نرمی، بلکہ

متوسط آواز سے بولا کرتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جب آپ کو جوش آتا تو بولنے میں گلے کی رگیں پھولنے لگیں اور چہرے کی رنگت بدل جاتی بلکہ پورے وقار کے ساتھ تقریر جاری رکھتے۔ طرزِ استدلال بہت عجیب تھا کہ پہلے ہر مسئلہ کا اثبات قرآن پاک کی آیات سے پھر احادیث سے پھر آثار صحابہؓ سے ترتیب وار بیان فرماتے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسلک پر جب قرآن پاک کی آیات تلاوت فرماتے تو سامعین یہ یقین کر کے اٹھتے تھے کہ یہی حق ہے۔ تمام آئمہ کرام کا ادب و احترام حد درجہ ملحوظ رکھتے تھے کبھی کسی امام یا مصنف کی شان میں کوئی گرا ہوا لفظ نہ بولتے تھے۔ دوسروں کی تحقیر اور اپنی تعریف کا نام و نشان نہ تھا۔

الحاصل آپ نے چالیس سال تک مسلسل دارالعلوم میں درس دیا اور زمانہ اسیری مالٹا اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں بھی درس دیا اس طرح آپ کا زمانہ تدریس کل ملا کر چوالیس برس سے زائد ہو جاتا ہے اس عرصہ میں اطراف و اکناف عالم میں آپ کے تلامذہ پھیل گئے جن کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی آپ کے ممتاز تلامذہ حسب ذیل ہیں:۔

تلامذہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ، حضرت مولانا اعزاز علیؒ، مولانا اصغر حسین دیوبندی، حضرت مولانا سید احمد مدنی، مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری، حضرت مولانا محمد صادق کراچی، حضرت مولانا عبدالرحمٰنؒ کیمبلپوری، حضرت مولانا فخرالدین صاحب حال شیخ الحدیث دیوبند۔

بیعت اور خلافت ۱۲۹۴ھ میں آپ اپنے استاذ محترم حضرت مولانا محمد قاسمؒ صاحب اور دوسرے اکابر کی معیت میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت نانوتویؒ کے فرمانے سے حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت شیخ الہند حضرت نانوتوی کی خدمت میں رہ چکے تھے اس لئے مزید تزکیہ کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے سلاسل اربعہ میں اجازت نامہ تحریر فرما کر عنایت فرما دیا۔۔۔ حضرت حاجی صاحب کے بعد حضرت نانوتویؒ نے بھی اجازت نامہ سے نوازا۔۔۔

ہندوستان تشریف لانے کے بعد چونکہ ۱۲۹۵ھ میں حضرت نانوتویؒ کا وصال ہو چکا تھا اس لئے اصلاح و تربیت اور صحبت کا تعلق حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے قائم ہوا آپ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں ہر ہفتہ اس طرح حاضر ہوتے کہ جمعہ کے دن صبح کو پیدل گنگوہ پہنچ جاتے اور وہاں سے جمعہ کی نماز کے بعد تشریف لاتے۔ حضرت گنگوہی کو بھی اس قدر آپ سے تعلق تھا کہ محبت بھرے انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ محمود حسن علم کا گٹھا ہے۔

تواضع اور انکساری تواضع اور انکساری ایک قلبی کیفیت کا نام ہے جس کے اثرات انسان کے جوارح سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر کسی انسان کے قلب میں تو یہ کیفیت نہ ہو لیکن وہ بتکلف متواضع بنتا ہو تو ایسے شخص کو دغا باز، مکار، چاپلوس اور سب کچھ کہہ دیا جائے گا لیکن متواضع نہیں کہا جائے گا متواضع شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو جیسا ظاہر کرتا ہو باطن میں بھی ویسا ہو حضرت شیخ الہندؒ کے یہاں یہی چیز تھی۔ وہ اندر باہر محفلوں اور درسگاہوں میں، جیل خانوں اور میدانِ سیاست میں، سوتے میں، جاگتے میں، کھاتے میں، پیتے میں، غرضکہ زندگی کے تمام نشیب و فراز میں متواضع تھے۔ حضرت درسگاہ کو جب جاتے یا اور کہیں جاتے وہی پھٹی ہوئی جوتی جو گھر میں پہنتے تھے وہی باہر، گھر میں اگر کبھی کھانے کا اتفاق ہو جاتا تو وہیں چولھے کے سامنے زمین پر بیٹھ کر کھانا تناول فرما لیتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت شیخ الہندؒ نے طلبہ سے فرمایا کہ تالاب سے مسجد کے لئے کسیر اکھاڑ کر لانا ہے۔ چنانچہ اگلے دن صبح کو چار طلبہ کو ہمراہ لے کر چل دیئے۔ تالاب پر پہنچے وہاں سے پانچ گٹھڑیاں باندھیں۔ چار طلبہ کے لئے اور ایک اپنے لئے۔ طلبہ کے ساتھ سر پر رکھ کر لاتے اور مسجد میں بچھا دی۔ (تذکرہ شیخ الہند صفحہ ۱۲)

حج پہلا حج تو آپ نے ۱۲۹۴ھ میں اپنے استاذ محترم مولانا محمد قاسمؒ صاحب نانوتوی اور دوسرے اکابر کے ساتھ ادا کیا۔ دوسرے حج کے لئے آپ نے شوال ۱۳۳۳ھ کو ہندوستان سے سفر فرمایا اور دوسرا حج ادا فرمایا۔ تیسرا حج آپ نے ۱۳۳۴ھ میں ادا فرمایا۔ اس کے بعد آپ گرفتار ہو گئے۔

تصانیف ادلہ کاملہ، ایضاح الادلہ، احسن القریٰ، جہد المقل، افادات، الابواب والتراجم، کلیات شیخ الہند، حاشیہ مختصر المعانی، فتاویٰ، ترجمہ قرآن مجید۔ یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے، جس کو آپ نے ماہ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ کو شروع کیا اس وقت آپ دارالعلوم دیوبند میں مقیم تھے۔ جو وقت آپ کو پڑھانے کے بعد ملتا وہ ترجمہ پر صرف کر دیتے۔ اس طرح ۲۵ رجمادی الثانی ۱۳۳۰ھ تک سوا تین سال میں دس پاروں کا ترجمہ کیا اور اس کے بعد ۱۳۳۳ھ میں آپ حج کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ کو گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا گیا وہاں آپ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو پہنچے اور شوال ۱۳۳۵ھ سے آپ نے پھر ترجمہ کا کام شروع کر دیا اس طرح ایک سال کی قلیل مدت میں بقیہ بیس پاروں کا ترجمہ ۲ر شوال ۱۳۳۶ھ کو اختتام پذیر ہوا۔

بعد ازاں آپ نے سلیس عبارت میں ابتداء سے حاشیہ مرقوم فرمانا شروع کیا جو تمام متقدمین کی تفاسیر کا خلاصہ تھا لیکن فانی زندگی نے آپ کے ساتھ وفا نہ کی، ابتداء سے لے کر مائدہ تک پہنچے تو آپ کا

وصال ہو گیا۔ کاش کہ پورا ہو جاتا۔ اس کے بعد تمام تلامذہ کی آراء سے اس نہج پر آپ کے تلمیذ ارشد شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے مکمل کیا۔

اساتذہ حضرت شیخ الہندؒ نے جن حضرات کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں ——— حضرت میاں جی منگلوری، حضرت میاں جی عبداللطیف ان ہر دو حضرات سے قرآن پاک پڑھا۔ مولانا مہتاب علی عم اکبر حضرت شیخ الہند سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مولانا ملا محمودؒ سے ۱۲۸۳ھ سے ۱۲۸۶ھ تک پڑھا۔ مولانا محمد یعقوب سے ۱۲۸۳ھ تا ۱۲۸۹ھ پڑھا۔ آپ ۱۲۸۳ھ کے آخر میں بیس روپے ماہوار پر مدرس مقرر ہوئے تھے۔ مولانا ذوالفقار علی سے فارغ ہونے یعنی ۱۲۸۸ھ کے بعد ادب کی چند کتابیں پڑھیں مثلاً دیوان متنبی، دیوان حماسہ، سبعہ معلقہ۔ مولانا محمد قاسمؒ سے صحاح ستہ اور اس کے بعد فنون کی چند کتابیں پڑھیں۔ (تذکرہ شیخ الہندؒ ص۵۹)

استاذ کی خدمت حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے استاذ محترم کی بہت زیادہ خدمات سرانجام دیں۔ اس کی تفصیل اگرچہ زیادہ تر دستیاب نہ ہو سکی تاہم جس قدر ہے اس سے اندازہ ضرور ہوتا ہے مثلاً ایک دفعہ حضرت نانوتویؒ بیمار ہوئے۔ برسات کا موسم تھا شفیق استاذ نے دیوبند آنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے استاذ کو گھوڑے پر بٹھایا۔ ایک ہاتھ سے چھتری سر پر لگا دی۔ اور دوسرے ہاتھ سے استاذ کی کمر کو سہارا دیا۔ وہاں سے دیوبند تک ۱۴ میل کا سفر اسی حالت میں پورا کیا۔ یہ ہے مشائخ دیوبند کا استاذ اور بزرگوں کی خدمت کرنا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

نہ کتابوں سے نہ مکتب سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

طلبہ سے محبت حضرت کو طلبہ سے خاص تعلق تھا جس طالب علم کے بارے میں معلوم ہو جاتا کہ بیمار ہے۔ یا تو آپ خود اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے یا کسی کو بھیج کر دریافت کرتے۔ ایسے ہی ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے عرض کیا۔ حضرت ایک چارپائی کی ضرورت ہے۔ فرمایا اچھا شام کو لے جانا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس طالب علم کو آنے میں دیر ہوگئی یا بھول گیا تو آپ گھر سے چارپائی اٹھا کر خود ہی چلے۔ مسجد چھتہ کے پاس اس طالب علم کو ملے فرمایا بھائی! بہت دیر تک انتظار کیا میں نے سمجھا کہ شاید تم بھول گئے یہ کہہ کر چارپائی دے دی۔

خلفاءِ مجازین حضرت شیخ الہندؒ غایت درجہ انکساری اور اپنی علمی و سیاسی مصروفیات کی وجہ سے سلوک و تصوف کی طرف زیادہ توجہ نہ دیتے تھے۔ اکثر و بیشتر دوسرے حضرات جیسے حضرت تھانویؒ، مولانا خلیل احمدؒ صاحب، مولانا شاہ عبدالرحیمؒ صاحب رائپوری کے لئے فرما دیتے تھے اس لئے آپ کے خلفاء کی تعداد زیادہ نہیں تاہم جتنے حضرات بھی ہیں سب خوب ہیں۔ مثلاً ——— مولانا ضرغام الدینؒ صاحب مظفر نگری، صوفی محمد اکرمؒ پنجابی، مولانا محمد سہولؒ صاحب بھاگلوری، مولانا وارث حسنؒ صاحب۔ لیکن یہ بھی اتفاق ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے جانشین مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ ہوئے۔

بات دراصل یہ ہے۔ کہ کسی کے کہنے سے کوئی جانشین نہیں بنتا بلکہ جانشینی اعمال اور اپنے مقتداء کے اخلاق و عادات، اوصاف و خصوصیات کو کلی طور پر اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت مدنیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے ہر کمال، عبادت و ریاضت، علم و سیاست، خدمت، اخلاق و عادات وغیرہ میں سچے جانشین تھے۔ آپ نے ہر چند چاہا کہ کوئی آپ کو حضرت شیخ الہندؒ کا جانشین نہ کہے لیکن ہندوستانی عوام و خواص کے دلوں کی آواز یہی تھی۔
(تذکرہ شیخ الہندؒ ص۱۰۲-۱۰۳)

اولاد حضرت کی اولاد میں ایک صاحبزادے اور کئی صاحبزادیوں کا بہت چھوٹی عمر میں انتقال ہوگیا صرف چار صاحبزادیوں کے عقد ہوئے۔

لڑکیوں کے عقد حضرت کی چار لڑکیاں تھیں ان چاروں کی شادیاں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی طرز اور طریق کے بالکل مطابق کیں۔ کبھی جامع مسجد میں اعلان کر کے وہیں لڑکے کو بٹھا لیا اور نکاح کر دیا اور کبھی مدرسہ میں طلبہ اور علماء کے مجمع میں لڑکی کو معمولی کپڑے پہنا ڈولی میں بٹھلا کر رخصت کر دیا۔ رخصت کے وقت لڑکیوں کو کچھ ضروری چیزیں بھی جہیز میں عطا کیں۔ لیکن دنیاوی نام و نمود سے کوسوں دور رہے۔

نکاح بائیس سال کی عمر میں آپ کی شادی منشی فہیم الدین صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اہلیہ ایسی دی جس کی دانائی، انتظام، مزاج شناسی اور اطاعت ادھر حضرت کی دینداری، طہارت، اخلاق، حقوق شناسی اور حسن معاشرت تمام عمر نہایت اتفاق اور راحت سے بسر ہوئی۔ اور حضرت کو امور دنیاوی اور ضروریات زندگی کے تفکرات میں پڑنے کی ضرورت ہی نہ ہوئی۔ کامل پچاس سال کی معیت کے بعد حضرتؒ کی وفات سے چند ماہ پہلے جنت میں سامان راحت انجام دینے کے لئے دنیا سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
(حیات شیخ الہند ص۱۵۱)

مرض الوفات اول تو آپ پہلے ہی دائم المریض تھے۔ بواسیر وغیرہ نے آپ کو نحیف کر دیا تھا۔ اور ساتھ ہی صفر ۱۳۳۹ھ میں دیوبند اور اطراف دیوبند میں وبائی ملیریا پھوٹ نکلا۔ آپ بھی بخار میں مبتلا ہو گئے۔ کچھ آرام آیا پھر حملہ کر دیا۔ مرض کے درمیان میں سفر بھی کئے۔ اسی اثناء میں آپ نے علی گڑھ جا کر جامعہ ملیہ کی بنیاد رکھی اور جلسے کی صدارت بھی کی۔ باوجودیکہ خدام اور اطباء نے روکا لیکن آپ نے فرمایا۔ اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہو گی تو میں ضرور شریک ہوں گا۔ آپ کی بیماری بڑھتی گئی پھر آپ کو برائے علاج دہلی آنا پڑا۔ ڈاکٹر انصاری کے

امیرِ شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رح

آپ کی شخصی عظمت علماءِ اسلام کی نظر میں!

سیّد محمد طلحہ مبیر

سید عطاءاللہ صاحب بخاریؒ فراست میں، ذہانت میں، خطابت میں، عبادت میں، ریاضت میں ایک بلند وبالا شخصیت کے حامل تھے آپ نے اپنی زندگی تحفظ قرآن، ناموس رسالت، عصمت صحابہؓ، اور ختم نبوت کرتے کرتے تمام کر دی۔ آپ نے اپنی تمام تر زندگی جہاد فی سبیل اللہ میں گذاری۔ آپ انگریز اور مرزائیوں کو اسلام کا بدترین دشمن سمجھتے تھے۔ اور تادم آخر ان دونوں کی مخالفت کرتے رہے۔ آپ نے مرزائیوں کے کے خلاف تحریک ختم نبوت چلا کر تاریخ اسلام میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ سرزمین ہندوستان نے قبل ازیں کوئی ایسا ماہر فن خطابت پیدا نہ کیا۔ یہ پیکر خلوص ووفا نہایت نرم خو اور ملنسار تھے۔ آپ کو تصنع اور بناوٹ سے سخت نفرت تھی۔ اور حق وصداقت پر جان دیتے تھے۔

آپ کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ اور آپ کی شیرینئ طبع کے باعث احباب آپ پر جان چھڑکتے تھے۔ بایں ہمہ اوصاف شاہ صاحب بہت حساس طبیعت رکھتے تھے۔ اور اسی لئے جلیانوالہ باغ کے خونی واقعہ سے متاثر ہوکر ۱۹۲۰ء میں عملی سیاست میں قدم رکھا۔ اور تحریک خلافت میں مولانا داؤد غزنوی کے معاون ثابت ہوئے۔ شاہ جی نے ۱۹۲۰ء تک ہندوستانیوں میں گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف منافرت پھیلائی۔

۱۹۲۳ء میں مرزائیوں نے عیاری سے کام لیتے ہوئے "مہرشی" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں آریہ سماج اور دیانند کی زندگی پر تبصرے کیئے۔ نتیجتہً آریہ سماج کے لوگ مسلمانوں سے برگشتہ ہو گئے۔ اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا اور ہندوؤں کے ایک رسوائے زمانہ مصنف نے خاکم بدہن ایک کتاب رنگیلا رسول لکھی جس میں اس نے ہر رنگ ہرزہ سرائی کی۔ اور سیدنا حضرت محمدؐ مصطفےٰ پر جرأت تنقید کی۔ چنانچہ شاہ جی کے دل پہ اس بات کا بہت گہرا اثر ہوا انہوں نے میدان عمل میں نکل کے جابجا جلسے کیئے اور مرحوم امت میں نئی روح پھونکی۔ شاہ جی نے ولولہ انگیز تقریریں کی اور مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ اور بتایا کہ جس نبیؐ کا نام لے کر تم زندہ ہو۔ وہ بھی ایک فرقہ پرست ہندو کی زبان سے ہدف تنقید بن چکے ہیں۔ اسی بابت ان کی ایک تقریر لاہور کے ایک منعقدہ اجلاس کا اقتباس درج ذیل ہے

"اے مسلمانان لاہور! آج جناب رسولؐ کی آبرو تمہارے شہر کے ہر ہر دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ اے امت رسولؐ! آج ناموس محمدیؐ کی حفاظت کا سوال ہے۔ اور یہ سانحہ بغداد سے بھی زیادہ المناک ہے۔ زوال بغداد سے ایک سلطنت پارہ پارہ ہو گئی تھی۔ مگر توہین رسولؐ کے سانحہ سے آسمانوں کی بادشاہت متنزلزل ہو رہی ہے"

جس کا نتیجہ روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ ایک منچلا نوجوان غازی علم الدین شہید اس رسوائے زمانہ راجپال کے لئے پیغام اجل بنا۔ اسی طرح مصنف تحریک ختم نبوت شاہ جی کے دیگر کارناموں کو بھی فراموش نہیں کر سکتا۔

۳۲-۱۹۳۱ء میں اسی طرح آپ نے تحریک کشمیر میں ریاست جموں وکشمیر کے لوگوں کی ہمنوائی کرتے کرتے ہوئے ڈوگرہ حکومت کے مظالم کے خلاف آواز اٹھائی۔ جابجا سول نافرمانیاں کیں۔ جس کے نتیجے میں لوگوں نے سرحد پار کر کے گرفتاریاں دینا شروع کر دیں۔ چند دنوں کے اندر اندر ریاست کے تمام جیل خانے قیدیوں سے اٹ گئے۔ اس کے باوجود کہ انگریز حکومت کے پاس وسائل کی کمی نہ تھی۔ وہ حواس باختہ ہوگئی اور نظام درہم برہم ہوگیا شاہ جی نے اس تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا جس سے متاثر ہوکر وزیر ہندوستان نے لندن میں گول میز کانفرنس میں کہا!

"ہندوستان میں ایک ایسی سحر بیان شخصیت موجود ہے جو بیک وقت دو حکومتوں کو معطل کر کے رکھ دیتی ہے"

اور ڈوگرہ سامراج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ریاست میں آزادی کی بہت سی تحریکوں نے جنم لیا۔

۱۹۳۴ء میں اسی طرح شاہ جی نے مرزائیت کے خلاف اعلان جہاد کیا اور مرزائیوں کی تمام تر سرگرمیوں کو خاک میں ملا دیا۔ شاہ جی نے بستی بستی قریہ قریہ اس امر کا اعلان کر دیا کہ مرزا کذاب ہے کافر ہے۔ اور یہ سامراج کی شر انگیزیوں کی زندہ تصویر ہے۔ شاہ جی کی معرکہ آرائیوں کے آگے مرزا کی نبوت نہ جم سکی۔ نتیجتاً مرزا کی نہایت ذلت و رسوائی پاکر دب گئے

اسی طرح بخاریؒ صاحب نے عصمت صحابہ کا تحفظ کیا اور ان فرقہ پرست شیعوں کی مذمت کی جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر دشنام طرازیوں کو وطیرہ بنا رکھا ہے۔ اور ان کو قرآن سنت کے مطابق صحابہؓ کرام کے مرتبے بتائے جس کے نتیجے میں کئی شیعہ حضرات توبہ کر کے شاہ جی کے گروہ میں شامل ہوگئے

غرض کہ شاہ جی تحفظ اسلام کی خاطر تمام عمر سربکفن رہے۔ اور اسلام کو ہر آنے والی مصیبت اور خطرات سے نجات دلاتے رہے۔

شاہ صاحب کو عبادت وریاضت میں بھی ایک مقام حاصل ہے۔ جس کو ہر مکتبہ فکر کے زعما اور بزرگان دین نے تسلیم کیا۔ ذیل کے اقتباس مختصراً

درج کر رہا ہوں۔ تاکہ عوام پر شاہ صاحب کی زندگی کا ہر پہلو کھل جائے

حضرت مولانا احمد علیؒ فرماتے ہیں :-

"لوگ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو ایک بہت بڑا خطیب ایک سیاست دان ایک محبّ وطن اور جرأت و بے باکی کا ستون ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن شاہ جی کے روحانی مرتبے سے قطعی طور پر ناواقف ہیں۔ ورنہ اُن کے پاؤں دھو دھو کر پیتے شاہ جی تو ولی کامل اور اسلام کی شمشیر برہنہ ہیں لیکن انہوں نے اپنے اوپر مزاح کی چادر اوڑھ لی ہے اس لئے ظاہر بین لوگ اِن کے مقام کا یقین نہیں کر سکتے۔ میں نے اس شیر دل مجاہد کے ساتھ جیل میں رہ کر دیکھا اتنا ہنسنے اور رفقائے جیل کو ہنساتے کہ اِن کے سب غم غلط ہو جاتے"

اور دوسری جگہ شیخ طریقت ، یوں فرماتے ہیں۔

"حکومت کہتی ہے کہ عطاء اللہ فساد پھیلاتا ہے۔ ان اللہ کے بندوں کو معلوم نہیں کہ اگر عطاء اللہ فساد پر آمادہ ہو جائے تو مرزائیت کا قلعہ قائم نہیں رہ سکتا۔ میں کہتا ہوں اگر بخاری شام کو حکم دیں۔ تو صبح ہونے تک ربوہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائے حکومت کی گولیوں اور بندوقوں میں وہ طاقت نہیں جو علماء کی زبان میں ہے ہمارے ایک عطاء اللہ شاہ بخاری بحمد اللہ سب پر بھاری ہیں"

ایک جگہ اور حضرت فرماتے ہیں۔

"محشر کا دن ہوگا رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہونگے۔ صحابہؓ کرام بھی ساتھ ہونگے۔ بخاری آئے گا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معانقہ فرمائیں گے اور کہیں گے بخاری تیری ساری زندگی عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت میں گزری اور کتاب اور سنت کی اشاعت میں صرف ہوئی۔ آج میدان حشر میں تیرا شفیع ہوں تیرے لئے کوئی باز پرس نہیں۔ جا اور اپنے ساتھیوں سمیت جنت میں داخل ہو جا۔ تیرے لیے اور تیری جماعت کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھلے ہیں۔ جس طرف سے چاہو کھلے بندوں جنت میں داخل ہو سکتے ہو"

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں

"خطابت اور خصوصاً عوام کو مسحور کرنے کا جہاں تک تعلق ہے اس موضوع کی جتنی صلاحیتیں ہو سکتی ہیں۔ قدرت نے بڑی فیاضی کے ساتھ شاہ بخاری کو عطا فرمائی تھیں۔ قد و قامت شکل و صورت ۔ قوت و طاقت ۔ شجاعت و جرأت ۔ فراست و نورِ ایمانی غیرت و حمیت ۔ ذکاوت و شدتِ احساس ۔ رقت عواطف و جذبات کا تلاطم بلندی آواز و خوش گلوئی قرآن حکیم کے ساتھ قلبی تعلق اور استحضار ہر موضوع پر منتخب ترین اردو فارسی اشعار کے عمدہ ذخیرہ کا استحضار دردناک اور فلک شگاف آواز کے ساتھ قرآن کریم کا پڑھنا۔ مخالفین کے مجمع پر قبضہ کرنا ۔ عالم و جاہل ۔ مرد و عورت ۔ موافق و مخالف سب کا یکساں طور پر متاثر ہونا یہ اُن کی وہ خصوصیات ہیں کہ ان کی کوئی ہمسری نہیں کر سکتا ۔ مجمع کو رلانا ۔ ہنسانا ۔ تڑپانا یہ ان کی خطابت کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ مجمع سے اپنی بات منوانا ننانوے ۹۹ فی صد مخالفوں کو اپنا ہم خیال بنانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ بعض اوقات تو ان کے بولنے سے پہلے ساحرانہ نگاہ ہی سے مجمع کو مسخر کر لیتے تھے۔ نگاہ کیا تھی غضب کی نگاہ تھی آواز کیا تھی بجلی کوندتی تھی۔ اسٹیج پر کسی کی مٹی پلید کرنے کا ارادہ کرتے تو اتنا کامیاب ترین خطیب کسی نے نہ دیکھا ہوگا نہ سنا ہوگا۔ شکلی و فکری خصوصیات کی کامیاب ترین تمثیل اور اپنے اوضاع و اطوار سے جو نقشہ کھینچتے ۔ تھے ۔ دنیا کا کوئی خطیب ان کی نقالی نہ کر سکتا تھا"

مولانا مجاہد الحسینی ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں

"امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

علامہ لطیف انور

حوادث نے کندن بنایا تجھے
کہ ہر رنگ سے آزمایا تجھے
خودی نے خدا آشنا کر دیا
ترے آئینے کو وہ جوہر دیا
کھُلے جس سے اسرارِ تابندگی
کرے رشک تجھ پر تری زندگی
خطابت کی رو میں جہاں کھل گئی
زباں جیسے تسنیم میں ڈھل گئی
تری طرزِ گفتار مسحور کُن
ہے مشکل کہ سُن اور پھر سر نہ دھُن
تری ذات خود انجمن ساز ہے
کہ تجھ پر خطابت کو بھی ناز ہے

○

شاہ بخاری علیہ الرحمۃ کا نام آتے ہی آج بھی وہ منظر آنکھوں کے سامنے رقص کرنے لگتا ہے۔ کہ انسانوں کے بحرِ مواج میں ایک طوفان برپا ہے اور تلاطم خیز موجوں سے شور و غوغا کی خوب معرکہ آرائی ہے کہ ایک کنارے سے کسی نے پکارا وہ آ گئے —— شاہ جی! بس پھر! یہ کیفیت جیسے یہ بحر بیکراں سے دور ایک ایسا بے آب و گیاہ چٹیل میدان ہے جس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں۔

ہر طرف ایک سناٹا اور سکوت طاری ہے کہ ایک جانب سے باوقار پر شکوہ اور رعنا شخصیت نمودار ہوتی ہے۔ جس کا چہرہ ماہ تاباں کی طرح تابناک ہے اور روشن و منور جیسے خدا کے مقدس و برگزیدہ انسان

شمع کی طرح روشن آنکھیں۔ جس سے غیرت اور خودداری کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ سر پر دودھ سے

ڈھلے ہوئے گھنگھریالے بال کا تاج ایک عظمت و وقار کا آئینہ دار ہے ستاروں کی طرح چمکتی دمکتی پیشانی پر سلوٹیں جیسے کہکشاں کلیوں کی طرح مسکراتے ہونٹ جن کی جنبش کے لیئے ہزاروں دل مضطرب پاک و ہند میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے عظیم داعی ۔ جس نے لاکھوں کروڑوں انسانوں میں اسلام کی روح پھونک دی ۔ اور بے شمار لوگوں کو جہالت و گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر نور اسلام کی ضوفشانیوں سے مُستنیر کیا ۔ اقلیم خطابت کا فرمانروا جس کے جوشِ خطابت کے آگے پہاڑوں کے دل دہل گئے اور اُن کے پتے پانی ہو گئے ۔ جس کی ادنیٰ للکار نے کئی تحریکات کو جنم دیا ۔ ان محاسن و اوصاف سے متصف ہیں ۔

"سیّد عطا اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ"

حضرت مولانا سید محمد ازہر شاہ دیوبندی فرماتے ہیں

"سید عطاء اللہ شاہ ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کشمیر سے لے کر راس کماری تک ہر صوبہ ہر شہر اور بستی میں چیختا' چلاتا' روتا' رلاتا ہنستا' بولتا' اور گرجتا برستا پھرتا رہا ۔ شاید ہی کوئی شہر ہو جس کی فضاؤں میں بخاری کی تقریروں کی روانی ایک پوشیدہ قوت بن کر جاگزیں نہ ہو لاہور کے ایک جلسہ میں پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے مصنف کے خلاف احتجاج کیا جا رہا تھا ۔ لاکھوں کے مجمع میں بخاریؒ نے نے کہا کہ وہ دیکھو سامنے خدیجۃ الکبریٰ کھڑی شکایت کر رہی ہیں کہ میرے شوہر نامدار کی توہین کی گئی اور لاکھوں مسلمانوں میں سے ایک بھی نہ بولا ۔ لو وہ سنو فاطمۃ الزہرا فرماتی ہیں ۔ کہ میرے باوا جان کی بے عزتی کی گئی اور اُن کی اُمت نے کچھ نہ کیا ۔ تو لاکھوں کے اس مجمع کی چیخیں نکل گئیں اور سینکڑوں مسلمان عورتوں نے اپنے شیر خوار بچوں کو شاہ کے سامنے پھینک دیا کہ ہم اپنے جگر گوشوں کو ناموس رسالت پر قربان کرتی ہیں کوئی اور بھی ایسا جادو بیان خطیب ہو تو مجھے اُس کا نام بتاؤ ۔"

حضرت قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں

"حضرت شاہ صاحب کی زندگی ایک بے مثال خطیب کی زندگی ہے ۔ جس پر قوم کو ہمیشہ ناز رہے گا ۔ معرکۃ الآرا خطابت اور شعلہ بیانی ان کی ایک زبردست خصوصیت رہی ہے ۔ جس میں وہ اپنے معاصرین میں ہمیشہ منفرد اور ممتاز رہے اور اس خدا داد جوہر کے ساتھ انہوں نے اسلام اور اس کے مسلک حق کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں جس خوبی اور خوبصورتی کے ساتھ پہنچایا ہے وہ انہی کا حق تھا ۔ یہ جوہر اور قرآنی اعجاز بیانی کا پرتو ان کے قلب پر حق تعالیٰ نے خاص طور پر ڈالا تھا ۔ جس سے اُنہوں نے حق ہی کا کام کیا اور حق ہی کے راستے کی ہمیشہ دعوت دیتے رہے ۔"

ان تمام زعمائے اسلام کے خیالات گرامی سے یہ ظاہر ہوتا ہے ۔ کہ حضرت شاہ صاحب اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ۔ آپ ہنسانا بھی جانتے تھے اور رلانا بھی ۔ ایک فصیح و بلیغ اُردو دان اور سحر آفریں خطیب' ایک حجازی قاری و حافظ! افسوس کہ وہ ہم سے جُدا ہو گئے ۔ اُن کا داغِ مفارقت دے جانا قوم کے لیئے ناقابلِ تلافی نقصان کے مترادف ہے ۔ حقیقت ہے کہ آج اس دورِ فسق و فجور میں حضرت شاہ جیؒ کی اشد ضرورت ہے ۔ مگر افسوس...

بہر حال مسلمانوں کو ان کے نقش پا پر چلتے ہوئے اسلام پر آنے والی ہر مصیبت کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے ۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ اس ضمن میں ہماری ضرور مدد فرمائیں گے ۔ یہی ایک طریقہ ہے سلف کی یاد تازہ کرنے کا اور اس دور میں اپنے ایمان بچانے کا ۔ حضرت علامہ اقبال نے جیسا کہ حضرت شاہؒ صاحب کے متعلق کہا تھا ویسا ہی ہر مسلمان کا کردار ہونا چاہیئے ۔

ہوا ہے گو تُند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جسکو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

اَمن کا پرچم لے کر نکلو

آزاد شیرازی

اَمن کا پرچم لے کر نکلو ۔ قوم و وطن کے ہمدرد و!
پھولوں کو جلنے سے بچاؤ ۔ صحنِ چمن کے ہمدرد و!

○

جس گلشن کو تم نے سینچا اپنے خون کے پانی سے
ماؤں' بہنوں' باپوں' بیٹوں' بھائیوں کی قربانی سے
مت برباد کرو اس گلشن کو اپنی نادانی سے
گلشن میں مت آگ لگاؤ ۔ اے گلشن کے ہمدرد و!
اَمن کا پرچم لے کر نکلو ۔ قوم و وطن کے ہمدرد و!

○

لال ہرے اور نیلے پیلے جھنڈے رنگ رنگیلے ہیں
ایک ہی گلشن کے یہ سائے پھول ہیں چھیل چھبیلے ہیں
یہ پتے یہ پھول یہ غنچے ، جو شیلے بھڑکیلے ہیں
پھولوں کو شعلے نہ بناؤ ۔ سرو و سمن کے ہمدرد و!
اَمن کا پرچم لے کر نکلو ۔ قوم و وطن کے ہمدرد و!

○

دایاں بازو' بایاں بازو ۔ ایک بدن کے حصّے ہیں
جسم کے جتنے بھی اعضاء ہیں! ایک ہی تن کے حصّے ہیں
یہ شاخیں یہ پھول اور پتّے ۔ سرو و سمن کے حصّے ہیں
اپنے بازو مت کٹواؤ ۔ اپنے بدن کے ہمدرد و!
اَمن کا پرچم لے کر نکلو ۔ قوم و وطن کے ہمدرد و!

○

کفر کے فتوے دینے والو! اُمّت پہ کچھ رحم کرو!
مزدوروں کو مت بھڑکاؤ ، مزدوروں کے نوحہ گرو!
کچھ پیغمبرؐ سے شرماؤ ، کچھ تو قہرِ خدا سے ڈرو!
مہر و وفا کے نغمے گاؤ ۔ دار و رسن کے ہمدرد و!
اَمن کا پرچم لے کر نکلو ۔ قوم و وطن کے ہمدرد و!

○

اے جنّت کے ٹھیکیدارو! دوزخ کا احساس کرو
اے اربابِ سیاست! تم بھی عہدِ وفا کا پاس کرو
اپنی کرسی کی خاطر ، مت قوم کا ستیاناس کرو
جنّت کو دوزخ نہ بناؤ ، اہلِ چمن کے ہمدرد و!
اَمن کا پرچم لے کر نکلو ۔ قوم و وطن کے ہمدرد و!

○

پیار' محبت' بھائی چارہ ۔ سب جذبے انسانی ہیں
نفرت' کینہ اور تعصّب ۔ یہ فتنے شیطانی ہیں!!
پنجابی' سندھی' بنگالی ۔ سارے پاکستانی ہیں
اِن کو مت آپس میں لڑاؤ ، زاغ و زغن کے ہمدرد و!
اَمن کا پرچم لے کر نکلو ۔ قوم و وطن کے ہمدرد و!

○

اللہ کے بندے ، پیغمبرؐ کے شیدائی بن جاؤ
مِلّت کے غمخوار ۔ وطن کے پھر سے فدائی بن جاؤ
عَلَم اخوّت کا لہراؤ ، بھائی بھائی بن جاؤ
بھائیوں کو سینے سے لگاؤ ، اے گلشن کے ہمدرد و!
اَمن کا پرچم لے کر نکلو ، قوم و وطن کے ہمدرد و!

درسِ قرآن

اللہ کا حکم آپہنچا ہے

از : مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب ــــ مرتبہ : محمد عثمان غنی

۲

فرمایا اس میں غور و فکر کرو۔

اور تیسرا اشارہ حضرت مولانا فخرالدین رازی وغیرہ نے کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس نحل کے ذکر کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے ادھر بھی اشارہ فرمایا کہ او مکّے والو! تم آج دین کے ساتھ مذاق کر رہے ہو، ایک وقت آئے گا کہ تمہاری نسلوں سے اللہ اُن لوگوں کو پیدا کر دے گا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھیں گے جس طرح شہد کی مکّھی کھانے میں حرام ہے لیکن اس کے پیٹ سے جو شہد نکلتا ہے وہ حلال ہے۔ تو یہ مکّے والے جو آج حضورؐ کو پتھر مارتے ہیں۔ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات نہیں سنتے، ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں میں سے اُن لوگوں کو پیدا کر دے گا جو ساری دنیا کی روحانی بیماریوں کو اس طرح دور کر دیں گے جس طرح شہد دُور کرتا ہے ساری بدنی بیماریوں کو۔

میرے بزرگو! چونکہ اس سورت میں شہد کی مکّھی کا ذکر ہے اسی مناسبت سے امام الانبیاء (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے اس کا نام رکھا سورۃ النحل ــ اس میں بھی اللہ تعالےٰ نے بڑی برکات، بڑے ثمرات، بڑے مواعظ اور بڑی حکمتیں رکھی ہیں۔ علماءِ اسلام نے اس مسئلے پر، صرف شہد کی مکّھی پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں، بڑے بڑے رسالے لکھے ہیں۔ خصوصیّت کے ساتھ اس آخری دَور میں جو مصر میں مفسّر مفتی عبدہٗ گذرے ہیں۔ اور ان کے بعد علامہ طنطاوی گذرے ہیں، وہ علومِ عقلیہ کے اعتبار سے بھی بہت بڑے مفسّر ہیں۔ علامہ طنطاوی نے اپنی تفسیر جوہری میں اس لفظ پر بڑی بحث کی ہے۔ اور شہد کی مکّھی کے چھتہ بنانے کے طریقے، کبھی مثلّث ہوتا ہے، کبھی مخمّس ہوتا ہے، کبھی مثمّن ہوتا ہے اور پھر اس کے اندر جو خانے بناتی ہیں، کس ترتیب سے بناتی ہیں، کس طریقے سے بناتی ہیں۔ یہ ساری کی ساری بحث کی ہے۔ انسان دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں میں کتنے کتنے علماء پیدا کئے۔ اور واقعی ان باتوں میں غور و فکر کرنا درست ہی نہیں بلکہ کارِ ثواب ہے کہ اللہ تعالےٰ کی باتوں میں جو حکمت ہے اس کو مخلوقات کے سامنے پیش کیا جائے۔ یہ نہیں ہے کہ بے دِینوں کی طرح یہ کہہ دے کہ یہ مکّھی کا ذکر ہی کیوں ہے قرآن میں؟

بہرحال اس کے شروع میں اللہ تعالےٰ نے جو کچھ فرمایا وہ پہلی آیات کے ربط اور مناسبت کے طور پر میں نے عرض کر دیا۔ کہ حضورِ انور صلّی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو وہ ٹھٹھا کرتے تھے قرآن نے اس کا جواب دیا۔ ارشاد فرمایا۔ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ۔ آ پہنچا اللہ کا وہ حکم ــــ وہ حکم کون سا؟ جس میں تمہارے عذاب کا ذکر ہے۔ اَتٰی ــ ماضی کا صیغہ ہے۔ ہونا چاہیئے تھا ــ یَاْتِیْ اَمْرُ اللّٰہِ، آ جائے گا اللہ کا حکم۔ لیکن اللہ نے اپنی بعض باتوں کو جو زمانۂ مستقبل میں ہونے والی تھیں، ان کا ماضی کے ساتھ ذکر کیا۔ اب گذری ہوئی بات پر تو ہر ایک کو یقین ہے۔ کل جو اخبار میں تھا، پرسوں جو اخبار میں تھا، مجھے اور آپ سب کو اس پر یقین ہے اور جو پانچ چھ دن بعد ہونیوالا ہے اس پر ہم یقینی بات نہیں کر سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ کی وہ باتیں جو ہزارہا سال کے بعد ہونے والی ہیں، اُن کو بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے کلامِ مجید میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ماضی کے صیغے کے ساتھ تعبیر فرمایا کہ یہ مستقبل میں ہونے والی تو ہیں مگر ان پر تم ایسا یقین رکھو جیسا تم ماضی پر یقین رکھتے ہو۔ چنانچہ قیامت بڑے زمانے کے بعد آئے گی لیکن سورتِ قمر میں کیا فرمایا؟ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ٥ (القمر-۱) قیامت بالکل قریب آ گئی۔ اِقْتَرَبَ قریب آ گئی۔ ماضی کا صیغہ ہے ــ تو یہاں پر بھی فرمایا۔ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ۔ آ پہنچا اللہ کا حکم۔ جس عذاب کے متعلق تم مذاق کرتے ہو وہ عذاب تو قریب آ گیا۔ اس سے مراد تو قیامت کا عذاب ہے ــــ جیسا کہ امام الانبیاء (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) فرماتے ہیں۔ حضورؐ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر فرمایا۔ اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ ط میں اور قیامت یوں ہیں۔ جیسا کہ میری اس انگلی اور اس انگلی میں کوئی فرق نہیں ہے اسی طرح میرے بعد اور کسی نبی نے نہیں آنا، میرے بعد قیامت آ جائے گی۔ میں حاشر ہوں، میرے بعد حشر بپا ہوگا۔ میں عاقب ہوں، میرے بعد عقبیٰ بپا ہو جائے گی۔ تو یہاں پر بھی فرمایا۔ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ، قیامت آ پہنچی، اب کسی نبی نے نہیں آنا۔ جو اللہ نے فرمانا تھا وہ فرما دیا۔ اب تم عمل کی طرف توجّہ کرو، تم کسی اَور کے منتظر مت رہو۔

بعض علماءِ تفسیر یہ بھی فرماتے ہیں کہ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ، اللہ کا عذاب آ چکا، یعنی غزوۂ بدر ــــ بدر کو قرآن مجید میں یوم الفرقان فرمایا۔ وہ دن جس دن نے مسلمانوں کے لئے ایک امتیازی شان پیدا کر دی تھی۔ جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ مادیّت کے بغیر نظریّے نہیں پنپ سکتے ــ مادیّت کے بغیر فتح اور کامرانی نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ تین سو تیرہ مسلمانوں نے جن کے کپڑے پھٹے پرانے تھے،

رنگ زرد تھے۔ جن کے پاس کھانے کو نہیں تھا، پینے کو نہیں تھا۔ رمضان المبارک کے مہینے میں اپنے سے کئی گنا بڑی طاقت کو شکست دے ڈالی اور وہ ابوجہل جو یہ کہا کرتا تھا کہ میں اس اونٹنی پر چڑھ کر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہید کروں گا۔ وہ دو یتیم بچوں معوذ اور معاذ کے ہاتھوں میدانِ بدر میں قتل کر دیا گیا۔

تو فرمایا اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ۔ او مکے والو! تمہارے لئے اللہ کا عذاب آ گیا ہے۔ بدر میں تمہیں شکست ہو جائے گی۔ ستر تم میں سے بڑے بڑے صنادید کافر مارے جائیں گے، ستر قید کر لئے جائیں گے اور دنیا بھر میں، اس وقت کی جو دنیا تھی، اُس میں تم ذلیل ہو جاؤ گے۔

فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ط پس تم اللہ کا عذاب مانگنے میں جلدی نہ کرو۔ کوئی بات مانگو تو فائدے کی مانگو۔ عذاب جلدی مانگتے ہو؟ تم مذاق سمجھتے ہو؟ حضورؐ کی شان کے ساتھ مذاق کرتے ہو؟ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ اُن تمام چیزوں سے جن کو یہ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہاں پر کشاف وغیرہ نے نکتہ لکھا کہ یہاں تو شرک کی بات نہیں تھی، وہ تو اللہ کا عذاب مانگتے تھے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور وہ عذاب کے ساتھ مذاق اور تمسخر کرتے تھے۔ پھر یہ شرک کا مسئلہ کیوں بیان کیا؟

یہاں پر علماء تفسیر فرماتے ہیں۔ کہ شرک خالی اس کو نہیں کہتے کہ کسی بُت کے سامنے ماتھا ٹیک دیا جائے، کسی غیراللہ کے سامنے سربسجود ہو جائے، شرک اسی کا نام نہیں ہے، بلکہ دین کے ساتھ ٹھٹھا کرنا، یہ بھی شرک ہے۔ اللہ کے دین کے ساتھ مذاق کرنا، یہ بھی کفر ہے۔ کفر اور شرک کا مطلب یہ نہیں ہوتا میرے بھائیو! کہ ایک انسان لفظِ کفر کہہ ڈالے یا شرک کا وہ عمل کرے جیسا کہ مشہور و متبادر ہے، نہیں، جب اللہ کی بات میں شک پیدا کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ کی بات کے ساتھ ٹھٹھا کر دیا گیا، تو اسی وقت عنداللہ وہ کافر اور مشرک ہو جائے گا۔

فرمایا۔ اللہ تعالیٰ بلند ہے، بالاتر ہے، عَمَّا یُشْرِکُوْنَ، اُن تمام چیزوں سے، جن کو یہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ پھر اللہ کی مرضی کہاں سے معلوم ہو گی؟ اللہ نے اپنی مرضی بتانے کے لئے اپنی رحمتِ کاملہ کے ساتھ دنیا میں چند بندوں کو چُن لیا، جو اللہ سے بات لیتے ہیں بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ اور وہ کون ہیں؟ — انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ بات بالکل آسان سی ہے۔ دیکھئے خداوند قدوس کی تمام نعمتیں وسائط کے ساتھ ہیں، ذرائع کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ پانی پینے کے بغیر ہماری پیاس بجھا ڈالیں۔ اور کبھی کبھی یہ ہوتا رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک درس میں میں نے امّ ایمن کا واقعہ عرض کیا تھا کہ اُن کو کبھی پیاس نہیں لگتی تھی۔

اس عالم اسباب میں اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت سبب کے ذریعے ملتی ہے۔ نظامِ عالم اسی پر قائم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جو نظامِ ہدایت قائم کیا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں۔ اللہ اس پر قادر تھے کہ بلا رسولوں کے بھی انسانوں کو ہدایت دے دیتے، دل میں بات ڈال دیتے۔ جیسا کہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت زیارت کرنے کے بغیر ڈال دی۔ لیکن عمومیت کے ساتھ جو طریقہ نافذ ہے رب العالمین کی جو سنت ہے۔ وہ سنت عالم اسباب میں سب کے ساتھ قائم ہے۔

یہاں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہاری ہدایت کے لئے جو سبب اختیار کیا ہے وہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ با برکات ہے۔ اور یہی طریقہ حضورؐ سے پہلے بھی رہا ہے۔ فرمایا یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ — یُنَزِّلُ اتارتا ہے وہ اللہ تعالیٰ۔ اَلْمَلٰٓئِکَۃَ فرشتوں کو۔ جمع کا صیغہ ہے۔ لیکن مراد صرف روح الامین ہیں — کیونکہ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لانے کے لئے مقرر ہیں اللہ کے نبیوں پر، تعبیر فرشتوں کے ساتھ کر دی — ہو سکتا ہے کہ ساتھ اور فرشتے بھی ان کے جلو میں آتے ہوں، جیسا کہ سورتِ مائدہ کے متعلق آتا ہے۔ جب سورتِ مائدہ نازل ہوتی تو حضورِ انور (صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سورت کو لانے کے لئے کئی ہزار فرشتے آسمان سے اُترے ہیں۔

قرآن نازل کیا جبریل امین نے لیکن ان کے جلو میں باقی ملائکہ کا نزول بھی ثابت ہے۔ اسی لئے فرمایا۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ۔ اتارتا ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو، جبریل امین کو، اُن کی زیر سرکردگی باقی فرشتوں کو بھی — بِالرُّوْحِ، روح دے کر۔ مِنْ اَمْرِہٖ اپنے حکم کے ساتھ، عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ جس پر بھی چاہے اپنے بندوں میں سے۔

بقیہ: تذکرہ اسلاف

مکان پر قیام کیا۔ حکیم اجمل خان اور حکیم عبدالرزاق صاحبان نے علاج شروع کیا۔ حضرت کے لئے ایسی ادویہ استعمال کیں جو بادشاہوں کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ بہرحال آپ اخیر دم تک ملک و ملّت اور آزادیٔ وطن کے لئے انگریزوں سے ٹکر لیتے رہے بالآخر ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء بروز منگل ذکراللہ کرتے ہوئے آپ اس عالم فانی سے رخصت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کو اپنے شفیق استاذ کے قدموں میں دارالعلوم کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

★

ملکیتِ زمین اسلام کی نظر میں

کیا ملکیتِ زمین کی حد بندی جائز ہے؟

مولانا مفتی عبد اللطیف قاسم العلوم فقیر والی

ہفت روزہ "خدام الدین" کے شمارہ جات دو تا پنج میں قسط وار ملکیت زمین کے متعلق محترم جناب محمد مسعود صاحب سی ایس۔پی کا وہ مقالہ جو آپ نے راولپنڈی مجلس مذاکرہ میں پڑھا تھا شائع ہوا جس میں آں محترم نے اسلام کے متفقہ زرعی نظام کو چھوڑ کر ایک نئی راہ تجویز کی ہے اور اس پر مقدور بھر دلائل بھی دیے ہیں جہاں تک مقالہ نویس کی غریبوں، مفلسوں عام بدحال انسانوں اور پسماندہ طبقات سے ہمدردی اور خیرخواہی کا تعلق ہے وہ شریعت مطہرہ کی نظر میں نہایت مستحسن، قابلِ قدر اور موجب اجر و ثواب ہے۔

لیکن غربت و احتیاج اور پسماندگی کا صحیح علاج وہی ہو سکتا ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ جس کو انسانیت کے سب سے زیادہ ہمدرد (علیہ السلام) اور آپ کے بعد آپ کے تربیت یافتہ اصحاب نے اپنے دور حکومت میں عملی طور پر نافذ فرمایا جو علاج محترم مقالہ نویس نے تجویز فرمایا ہے ان کے اقرار کے مطابق "مسلمانوں کی پوری تاریخ میں اس پر عمل نہیں کیا گیا" جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ "جدید راہ" مرعوب ذہنیت کی اختراع ہے ورنہ زمانہ مشہود لہا بالخیر میں اس پر کیوں عمل نہ ہوتا صحابہ کرامؓ کے زمانہ خیر میں کسی چیز پر عمل ہمارے لیے حجت شرعی ہے کیونکہ قرآن کریم کو صحابہ کرام سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی صحابہ سے زیادہ کوئی قرآن کریم پر عامل ہو سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا زریں فرمان ہے کہ "قرآن و حدیث کے فہم میں ان لوگوں کی آراء کو مقدم رکھا کرو جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے لیے منتخب فرمایا

اولٰئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھٰذہ الامۃ وابرّھا قلوبا واعمقہم علماً اختارھم اللہ لدینہ وصحبۃ نبیّہ فانھم کانوا علی الھدیٰ المستقیم یعنی صحابہ کرام اس تمام امت سے افضل نہایت ہی پاک نفس، صاف دل اور نہایت گہرے علم والے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین و اقامتِ دین اور اپنے نبی علیہ السلام کی صحبت کے لیے تمام کائنات میں سے منتخب فرمایا یہ لوگ دین اسلام کی سیدھی راہ پر تھے۔ اس آخری فقرے سے معلوم ہوا کہ جو راہ ان پاکباز نفوس کی اختیار کردہ راہ سے سرمو منحرف ہو گی وہ راہ صحیح نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں فان اٰمنوا بمثل ما اٰمنتم بہٖ فقد اھتدوا فرما کر صحابہ کرام کو معیار حق قرار دے کر ان کے اختیار کردہ عمل کو مشعل راہ قرار دیا۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی وہی تعبیر معتبر و قابل تسلیم ہو گی جس پر صحابہ کرام کی تصدیق ثبت ہو گی۔ حضور علیہ السلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ "خیر القرون قرنی ثمّ الذین یلونھم ثمّ الذین یلونھم۔ یعنی تمام زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے اس کے بعد صحابہ و تابعین کا تو جو چیز ان زمانوں میں معمول بہا نہ ہو بلکہ اس کی ضد معمول بہا ہو تو اس کو اسلام سے تعبیر نہیں کیا جائے گا۔

ہمیں محض فرمان نبوی النصح لکل مسلم ولائمتہم وعامتہم کی ذمہ داری کے پیش نظر چند معروضات پیش کرنی ہیں تنقید و جرح مقصود نہیں صرف خیر خواہی، تحقیق حال اور اصلاح مقال مقصود ہے اس لیے ہماری ان معروضات کو خیر خواہانہ کوشش خیال کر کے ٹھنڈے دل سے بغور مطالعہ فرمایا جائے فاضل مقالہ نویس کے مقالہ کا خلاصہ مندرجہ ذیل چند امور ہیں جن پر ہم اپنی معروضات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

(۱) قرآن زمین پر شخصی ملکیت تسلیم نہیں کرتا (۲) رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو نقد یا فصل کی بٹائی پر دینے کی ممانعت کر دی تھی۔ (۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس وجہ سے امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں بٹائی پر زمین دینے سے انکار کر دیا تھا۔ (۴) امام یوسف نے ہارون الرشید کی ملوکیت سے مرعوب ہو کر جوازِ مزارعت کا قول کیا ہے (۵) امام ابوحنیفہؒ نے بٹائی پر زمین دینے کی مخالفت کی ہے (۶) ابنِ قیم کے قول سے استدلال (۷) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بھی زمیندارہ نظام کی مخالفت کی ہے (۸) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی فتاویٰ عزیزی میں زمینداری سسٹم کی مخالفت کی ہے (۹) ایسی زمین وراثت میں منتقل ہو سکتی ہے بشرطیکہ وارث اسے خود کاشت کرے (۱۰) ایک شخص صرف اتنی ہی زمین کا مالک ہو سکتا ہے جتنی وہ خود کاشت کرے (۱۱) سرمایہ دار طبقے نے پیغمبر علیہ السلام کے وصال کے فوراً بعد اپنے مفادات کی خاطر قرآن کے بیان کردہ اصولوں کی ایسی تشریح کی جو ان کے مفادات کے مطابق تھی وغیرہ وغیرہ ہماری معروضات کا محور یہی نکات ہیں جن پر ہم ترتیب وار گزارشات پیش کریں گے۔

قرآنِ کریم سے استدلال کا جواب

موصوف نے اپنے مقالہ میں پورا زورِ قلم اس پر صرف کیا ہے کہ قرآنِ کریم زمین پر شخصی ملکیت تسلیم نہیں کرتا اس پر دلیل قرآنِ کریم آیت واللہ فضل بعضکم علیٰ بعض فی الرزق الآیۃ پیش فرمائی ہے چونکہ یہ آیت مقالہ نویس کے دعویٰ کی نقیض و ضد پر دلالت کرتی ہے اس واسطے جب تک اس آیت کے ترجمہ میں کوئی "ہیر پھیر" نہ کیا جائے مدعی پر دلالت نہیں کر سکتی اس واسطے موصوف

نے اس آیت کے جملہ "فہم فیہ سواء" کو حال بنا کر ترجمہ کیا کہ حالانکہ ان سب کا حصہ برابر ہے ہمیں اس آیت کی اس تشریح و ترجمہ سے کئی وجوہ سے اختلاف ہے، خواہ یہ تشریح کسی نے بھی کی ہو۔

ا۔ اس آیت کریمہ میں موصوف نے "فہم فیہ سواء" کو "فضلوا" سے حال بنایا ہے حالانکہ یہ بوجوہِ ذیل خلافِ قانون اہلِ عرب ہے۔ حال اپنے ذوالحال کی ہیئت بوقت وقوع فعل بیان کرتا (رضی ص ۱۷۳ ج ۱) یعنی حال فاعل یا مفعول کی اس حالت کو بیان کرتا ہے جو بوقت وقوع فعل ان کو حاصل تھی۔ جس کے لیے ضروری ہے کہ حال عامل کے ساتھ ممکن الاجماع ہو یعنی حال اور اس کے عامل کا وقت واحد میں جمع ہونا ممکن ہو (بلکہ بالفعل جمع ہو) ایسی چیز کا حال بنانا جائز نہیں جو عامل حال کی ضد و نقیض ہو جیسے نیند اور بیداری ایک دوسرے کی ضد ہیں ایک شخص میں ایک وقت جمع نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے یَقِظَ زیدٌ نائماً (بیدار ہوا زید حالانکہ بوقت بیداری سویا ہوا ہے) جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ نوم بوقت یقظہ ایک ہی شخص میں جمع نہیں ہو سکتی۔

اس مسلمہ قاعدے کے تحت اسی آیت کے جملہ "فہم فیہ سواء" کو فضلوا سے حال بنانا صحیح نہیں کیونکہ تفضیل اور مساوات ایک دوسرے کی ضد ہیں وقت واحد میں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مساوات بوقتِ فضیلت ممکن الاجتماع نہیں

(ب) "فہم فیہ سواء" جملہ اسمیہ ہے اور جملہ اسمیہ جب حال واقع ہو تو ربط کے لیے اس میں ضمیر اور واو دونوں یا صرف واو لانا ضروری ہے اگرچہ صرف ضمیر کا قول بھی ہے۔ مگر ضمیر پہ اکتفاء ضعیف ہے علامہ ابن حاجب اپنی مشہور و معتبر کتاب کافیہ میں رقمطراز ہیں فالاسمیۃ بالواو والضمیر او بالواو وحدھا او بالضمیر علیٰ ضعف حالانکہ اس جملہ "فہم فیہ سواء" میں صرف فاء ہے جو عطف، ترتیب، تعقیب اور سببیت وغیرہ کے لیے تو آتا ہے لیکن ربط کے لیے نہیں آتا۔ لہٰذا حال و عاملِ حال کے درمیان فاء نہیں آ سکتا ہے اور آیت مذکورہ میں حرفِ فاء ہے لہٰذا اس کو حال بنانا جائز نہیں۔

(ج) علم معانی کا اصول ہے کہ مسند الیہ کو خبر فعلی پر مقدم کرنا تقویٰ حکم کا فائدہ دیتا ہے تو اس آیت میں واللہ (جو کہ مسند الیہ ہے) کو فضل (جو کہ خبر فعلی ہے) سے مقدم کرنے سے تقویٰ حکم مقصود ہے۔ یعنی رزق میں بعض کو بعض پہ فضیلت دینا ایک پختہ و محکم بات ہے۔ اور بصورتیکہ "فہم فیہ سواء" کو حال بنا دیا جائے تو اس سے نفسِ ثبوت فضیلت ہی کی نفی ہو جائے گی۔ تقویٰ حکم کے کیا معنیٰ غالباً اس جملہ کو حال بنانے والے نے ان مسلمہ قواعدِ اہل عرب کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا اور نہ کتب تفسیر کی طرف مراجعت کی تکلیف گوارا فرمائی ہے۔ کیونکہ کتب تفسیر میں اس جملہ کے متعلق باقاعدہ بحث موجود ہے۔ چنانچہ

(الف) علامہ سید محمود آلوسی بغدادی اپنی مشہور و معروف تفسیر روح المعانی میں اس جملہ کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔ والجملۃ الاسمیہ واقعۃ موقع فعل منصوب فی جواب النفی ای لایردونہ علیہم فیستووا فیہ ویشترکو اوجوز ان تکون فی تاویل فعل مرفوع معطوف علیٰ قولہ تعالیٰ برادی ای لایردونہ علیہم فلا یستوون۔ یعنی یہ جملہ اسمیہ اس فعل منصوب کی جگہ واقع ہے جو کہ جواب نفی ہے اس صورت میں معنیٰ ہوگا مالک اپنے غلاموں میں مال اس طرح نہیں تقسیم کریں گے کہ وہ اس کے ساتھ مال میں برابر ہو جائیں اور یہ بھی جائز ہے کہ فما الذین فضلوا برادی رزقہم میں لفظ رادی پہ اس جملہ کا عطف ہو اس وقت یہ جملہ فعل مرفوع کی جگہ ہوگا اور معنیٰ یہ ہوگا مالک اپنے مما لیک میں نہ مال اس طرح تقسیم کریں گے نہ برابر ہوں گے۔

(ب) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رح اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں فھذا جملۃ اسمیۃ وقعت فی موضع الجواب للنفی الخ یعنی جملہ اسمیہ ہے جو کہ جواب نفی کی جگہ واقع ہے۔

(ج) علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن میں فرماتے ہیں "فالفاء فی قولہ "فہم فیہ سواء" للتعلیل ولک ان تقول بمعنی حتّٰی الخ یعنی جملہ فہم فیہ سواء میں فاء تعلیلیہ ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بمعنی حتّٰی ہو مشتے نمونہ از خروارے صرف تین تفسیروں کے حوالے پیش کئے جا رہے ہیں۔ ان قواعدِ اہل عرب اور تصریحات تفاسیر سے معلوم ہوا کہ "فہم فیہ سواء" کو حال بنانا قطعاً جائز نہیں جب حال بنانا صحیح نہیں تو مقالہ نویس کا دعویٰ بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۲) آیت مذکورہ کے جملہ فہم فیہ سواء کو حال بنا کر ترجمہ کرنا "حالانکہ ان سب کا برابر حصہ ہے" مقصودِ آیت کے بالکل منافی و مناقض ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے پہلے اکابر علماء کرام کا ترجمہ پیش کرتا ہوں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے یہ آیت سورۃ نحل کے دسویں رکوع کی ہے اس جملہ سے دسواں رکوع شروع ہوتا ہے۔ اس کا ترجمہ حکیم الامت حضرۃ مولانا السید الشاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رح کی تفسیر بیان القرآن میں یوں کیا گیا ہے "اور اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پہ رزق میں فضیلت دے رکھی ہے، سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصے کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ سب اس باب میں برابر ہو جائیں" مقصودِ آیت واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ یہاں شرک کی تقبیح بیان فرما رہے ہیں کہ تم اپنے غلاموں کو باوجودیکہ وہ تم جیسے انسان ہیں اپنے مال میں شریک بنانا گوارا نہیں کرتے تو ان بتوں کو یا دوسری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے شریک وسہیم بناتے ہو جب کہ تم اور تمہارے غلام انسانیت، احتیاج اور دیگر بے شمار چیزوں میں برابر ہو اور اللہ تعالیٰ اور یہ بت یا دوسری کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز میں برابر نہیں۔ حضرت تھانوی رح اس آیت کے تحت لکھتے ہیں "اس میں شرک کی تقبیح ہے کہ جب تمہارے غلام تمہارے شریک رزق نہیں ہو سکتے تو اللہ تعالیٰ کے غلام اس کے شریک الوہیت کیسے ہو سکتے ہیں۔ حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رح فوائد القرآن میں اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں "دنیا میں کوئی آقا یہ گوارا نہیں کرتا کہ غلام یا نوکر چاکر بدستور غلامی کی حالت میں رہتے ہوئے اس کی دولت عزت بیوی وغیرہ میں برابر کے شریک ہو جائیں" (باقی آئندہ)

بقیہ: اسلامی سزاؤں کے نفاذ کا مسئلہ

اس میں تو معترض کا یہ الزام صحیح مان لیا گیا کہ یہ صاحب مخلوط سوسائٹی میں واقعی شرعی سزاؤں کو ظلم کہہ رہے ہیں۔ البتہ وہ اپنے اس قول سے رجوع کرنے یا تائب ہونے کی بجائے اس کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ان دلائل کی حقانیت پر اڑے ہوئے ہیں۔ جن کا خلاصہ ہم نے تین نمبروں میں بتا دیا ہے۔

پہلا جواب پہلا جواب کہ یہ سزائیں ایسی سوسائٹی کے لیے یا ایسے حالات کے لیے مقرر ہی نہیں ہوئیں۔ بالکل معترض کی بات کو صحیح مان لینے کے مترادف ہے۔ اس کی مثال تو یہ ہے کہ ایک شخص سوال کرتا ہے کہ فرشتوں کا وجود ہماری سمجھ میں نہیں آتا دوسرا جواب دیتا ہے ارے میاں فرشتے تو ایک دل کی طاقت کا نام ہے جو نیکی پر ابھارتی ہے۔ یا ایک شخص کہتا ہے کہ جون و جولائی کے تیز گرم مہینوں میں رمضان کے روزے رکھنا بڑا سخت حکم ہے۔ دوسرا جواب دیتا ہے۔ ارے میاں یہ حکم تو کمزور اور ہم جیسے لوگوں کے لیے مقرر ہی نہیں یہ ان عربوں کے لیے تھا۔ جن کو گرم لو اور تپتی ہوئی دھوپ میں ریگستان میں سفر کرنے کی بھی عادت تھی۔ بہرحال اس طرح کے جوابات دینے کا معنی تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ کہنے والے نے معترض کے سوال کا جواب نہیں دیا بلکہ اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور یہ بھی کہ وہ اپنے اس مجرمانہ قول پر سختی سے ڈٹے ہوئے ہیں۔ سوال کرنے والے کا موقف تو یہ تھا کہ اسلامی شریعت کے یہ احکام قیامت تک کے لیے ہیں اور قرآن پاک قیامت تک کی تمام قوموں اور تمام ملکوں کے لیے یکساں مفید ہے۔ اس کے احکام غیر متبدل اور اٹل ہیں۔ اور جب بھی مسلمانوں کو قدرت ہو اس کے احکام کو نافذ کریں۔ اسی میں ان کی صلاح و فلاح اور اسی میں خیر و برکت ہوگی۔ اگر سوسائٹی خراب ہے۔ اور جرائم کی کثرت ہے تو قرآن پاک کے کن الفاظ سے یہ مطلب سمجھا گیا کہ ایسے وقت یہ سزائیں جاری کرنا ظلم ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ جرائم کی شدت و کثرت ہو تو سزاؤں میں زیادہ سختی کرنے سے ہی معاشرہ تباہ ہونے سے بچ سکتا ہے۔ سعودی عرب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جہاں پہلے حاجیوں کے املاک محفوظ نہ تھے۔ مگر چوری کی شرعی سزا کا اعلان ہوتے ہی معاملہ دگرگوں ہو گیا اور کسی سے سونا بھی گر پڑے تو وہ تھانہ میں موجود ہوتا ہے۔ مالک آ کر لے جا سکتا ہے۔ اسی طرح فواحش کا ماحول بھی وہاں نہیں بن سکتا۔

دور کیوں جائیں۔ کل یہاں مارشل لاء نافذ تھا۔ فوجی حکومت جو بھی سخت حکم دیتی سارے ملک میں اس پر عمل ہو جاتا۔

ایک مسلمان ملک کے لیے صرف اتنی گنجائش ہو سکتی ہے۔

مُراسلات

قادیانیت کی اصطلاح

مکرمی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

مزاج گرامی؟ ——— آئینِ شریعت کانفرنس کے موقع پر مولانا بشیر حامد صاحب کے ہمراہ شرفِ ملاقات حاصل ہؤا تھا۔ اس کے بعد کوئی رابطہ قائم نہ رہ سکا۔

گزشتہ ہفتہ "مسئلہ قادیانیت" پر آپ کا اداریہ نظر سے گذرا۔ ماشاء اللہ بہت خوب اور بروقت تھا۔ مگر ایک بات کھٹکی۔ "مرزائیت" کی بجائے "قادیانیت" کی اصلاح کا استعمال میری ناقص رائے میں صحیح نہیں ہے۔ دراصل اس کو مودودی صاحب نے عام کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے نزدیک "قادیانیت" کا دفاع تو ذرا مشکل ہے مگر "لاہوریت" کو تو وہ تقریباً اسلام ہی قرار دیتے ہیں۔ اس لیے لاہوری مرزائیوں کو بچانے کے لیے "قادیانیت" کی اصطلاح کو اُبھارا جاتا ہے۔ حالانکہ قادیانی مرزائی ہوں یا لاہوری، دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ایک گروہ مدعئ نبوت کو مان کر اور دوسرا ایک کافر کو بزرگ، امام، مجدد وغیرہ تسلیم کر کے۔ لہذا ان حضرات کیلئے "مرزائیت" اور "مرزائی" کی اصطلاحات درست ہوں گی۔ صرف "قادیانیت" کہنے سے "لاہوری مرزائی" بری ہو جاتے ہیں۔

آپ کی ادارت میں "خدام الدین" ماشاء اللہ بہت مفید ہو گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نظرِ بد سے بچائیں۔ اور دین و ملت کی مزید خدمت کی توفیق بخشیں۔ آمین۔ والسلام

احقر

ارشاد احمد علوی (ایم۔ اے)

جامعہ معارف۔ شاہی روڈ۔ رحیم یار خاں

تبلیغی جماعت کی خدمات

مکرمی! ایڈیٹر صاحب سلام مسنون!

اواخر اکتوبر ۱۹۶۹ء میں واہ کینٹ میری تقریر ہوئی جو ٹیپ ریکارڈ پر ضبط کی گئی بوقت اشاعت ناقل صاحب سے کچھ کلمات اثناء تقریر میں سے رہ گئے جن کی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ وہ کلمات یہ تھے۔

"بندہ مئی ۱۹۶۸ء میں انگلینڈ میں تبلیغی دورہ پر ذاتی طور پر گیا تھا تو وہاں کے ماحول کا جائزہ یہ تھا کہ عیسائی مذہب والے انگلینڈ کے اصلی باشندے اپنے اصلی مذہب عیسائیت سے بیزار ہیں۔ صرف اُن میں کالے گورے کا سوال ہے۔ یعنی ملکی اور غیر ملکی باشندہ ہونے کے اعتبار سے مثلاً اگر عیسائی مذہب کا کوئی سوڈانی یا کسی اور ملک کا باشندہ ہے۔ تو وہ نفرت کی نگاہ سے اُس کو دیکھتے ہیں کہ یہ غیر ملکی ہے اور یہاں آ کر کیوں آباد ہؤا ہے۔ اور ہمارے ساتھ رہ کر مساوی حقوق کا مطالبہ کیوں کرتا ہے اب وہ غیر ملکی مسیحی انگلینڈ کے اُن عیسائی باشندوں کی نفرت کی وجہ سے مذہب حق کا متلاشی ہے۔"

ہمارے بھائی تبلیغی جماعت والے مقامی انگلینڈ کے رہنے والے ہوں یا باہر سے آنے والی جماعتیں ہوں اُن کے پروگرام میں یہ نہیں ہے کہ وہ عیسائیوں کو دعوت دیں خواہ وہ ملکی ہوں یا غیر ملکی ہوں۔ کیوں کہ ان حضرات کا یہ مسلک ہے کہ پہلے اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح ضروری ہے کہ ان کو کلمہ شریف بھی صحیح نہیں آتا، ان کو کلمہ شریف صحیح کرایا جائے اور پھر نماز اور پھر باقی اصلاح کی جائے۔

اگر آپ حضرات کا یہ مسلک ہے کہ

آپ دیگر غیر اسلامی ممالک میں بھی اس غرض سے تبلیغی جماعتیں بھیجتے ہیں تو چشمِ ما روشن و دل ماشاد ۔ ہم تو آپ کے ہر ایک فرد مبلغ پر دل جان سے راضی خوش ہیں کہ دین کا کام خدا واسطے وقت اور پیسہ اور جان خرچ کرکے کر رہے ہیں ۔ اس سے بڑھ کر ایثار کیا ہو سکتا ہے اور دین کی خدمت کیا ہو سکتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اعمال اور نیّات میں برکت عطا فرمائیں ۔

مولانا عبدالعزیز
خطیب جامع مسجد نور ساہی وال

بقیہ : احادیث رسولؐ

اِنَّا نَاْکُلُ وَلَا نَشْبَعُ ۔ ہم کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ تَعَلَّکُمْ تَفْتَرِقُوْنَ ۔۔۔ شاید تم الگ الگ کھاتے ہو ۔ انہوں نے کہا ۔ ایسا ہی ہے ہم الگ الگ کھاتے ہیں ۔ آپؐ نے فرمایا ۔ فَاجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِکُمْ وَاذْکُرُوْا اسْمَ اللّٰہِ یُبَارِکْ لَکُمْ فِیْہِ (ابوداؤد) تم مل کر کھاؤ ۔ اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھو) اس کھانے میں تمہارے لئے برکت ہو گی ۔

مولانا محمدؐ علی کا درسِ قرآن

مؤرخہ ۶ ستمبر بروز اتوار دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بیرون دہلی دروازہ نزد شاہ محمدؒ غوث میں امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری درس قرآن دیں گے ۔ یاد رہے کہ آپ ہر انگریزی ماہ کے پہلے اتوار کو دفتر ہذا میں باقاعدگی سے درس دیتے ہیں اور درس ٹھیک ۹ بجے صبح شروع ہوجاتا ہے ۔ جملہ مسلمانوں سے شرکت کی اپیل ہے ۔

عبدالعزیز شاہ جالندھری ۔ ناظم دفتر ہذا

پہلوان سیف الدین صاحب کا انتقال پُرملال

پہلوان سیف الدین صاحب کا ۱۸ر اگست ۷۰ء کو انتقال ہوگیا ۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحوم ایک جانا سماجی کارکن تھے ۔ چوک چکلہ اندرون لوہاری دروازہ میں قیام تھا ۔ آپ نے اس چوک کا نام بدل کر چوک بخاری کرایا ۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی ۔ دیگر بہت سے علماء کرام اور معززین شہر بھی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے ۔ ان کے برادران محمد سلیم، صلاح الدین محمد اعظم خاں اور دیگر اعزہ کے ساتھ ادارہ خدام الدین برابر کا شریک غم ہے ۔ قارئین کرام بھی اُن کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔

مولانا محمدؐ سرفراز کو صدمہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمدؐ سرفراز خان صفدر امیر جمعیۃ علماء اسلام گوجرانوالہ کے خالہ زاد بھائی اور جمعیۃ کے انتھک ، محنتی اور بے لوث کارکن جناب الحاج گوہر زمان خان صاحب گذشتہ دنوں بمقام اچھڑیاں تحصیل مانسہرہ میں انتقال فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم پابند صوم وصلوٰۃ اور جمعیۃ علماء اسلام کے حامیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے ۔ اپنے حلقہ کے ناظم اعلیٰ بھی تھے ۔ متعدد بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے ۔ جمیعۃ کے مرکزی ناظم مولانا مفتی عبدالواحد اور لاہور ڈویژن کے ناظم مولانا زاہد الراشدی نے مرحوم کی وفات کو جماعتی حلقوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان قرار دیتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے

حافظ بشیر احمد کی والدہ کا انتقال

حافظ بشیر احمد صاحب مدرس جامعہ رشیدیہ ساہی وال کی والدہ محترمہ مرحومہ جو نہایت نیک، صالحہ، پاکدامنہ تھیں ۔ اس دارِ فانی سے ۱۳ جمادی الاولیٰ بروز ہفتہ رحلت فرما گئی ہیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون تمام قارئین خدام الدین کی خدمت میں التماس ہے کہ اُن کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انکو جنت الفردوس نصیب فرمائے ۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ آمین ۔

یوم بخاریؒ

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی نویں برسی کے موقع پر ۲۱ر اگست بروز جمعہ بعد از نماز عشاء برکت علی اسلامیہ ہال میں مجلس قرأت منعقد ہوئی ۔ جس میں ملک کے اکابر قاری حضرات تشریف لائے ۔ اس تقریب کا اہتمام بزمِ بخاریؒ نسبت روڈ نے کیا تھا ۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

کے اقوال وارشادات

عبدالرحمن لودیانوی، شیخوپورہ

آپ کا اسم مبارک ابوالحسن علی بن عثمان الجلابی ہے وطن غزنی تھا۔ آپ سیّد حسنی ہیں۔ ہجویر اور جلاب دو بستیاں تھیں۔ دونو میں آپ کا قیام رہا۔ آپ حنفی المذہب تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے خاص عقیدت تھی۔ آپ لاہور میں ۴۱۶ھ مطابق ۱۰۲۵ء میں وارد ہوئے یہ زمانہ سلطان محمود بن سبکتگین کا تھا۔ آپ کا سلسلہ طریقت حضرت جنید بغدادیؒ سے ملتا ہے — حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری نے آپ کے مزار اقدس پر آکر چلّہ کیا۔ اسی طرح خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ نے بھی آپ کے مزار اقدس پر اعتکاف کیا۔

حضرت ہجویریؒ کی زبان مبارک کا ایک ایک لفظ گنجینۂ حکمت و معرفت ہے۔ اور مسلمانوں کے روحانی و باطنی فروغ کے لئے انہوں نے کلماتِ طیبات کا ایک لازوال درس اپنی یادگار میں چھوڑا ہے۔ طالبانِ حق و صداقت اور تشنگانِ چشمۂ معرفت کے لئے آپ کے وہ کلمات اور اقوال درج ذیل کئے جاتے ہیں جو "کشف المحجوب" اور "کشف الاسرار" سے منتخب کئے گئے ہیں۔

حال وہ حقیقت ہے جو خدا کی طرف سے انسان کے دل میں آتی ہے۔ جب آئے تو اسے دور نہیں کر سکتے اور جب جائے تو اسے حاصل نہیں کر سکتے۔

نفس کی مخالفت سب عبادتوں کا اصل اور تمام مجاہدوں کا کمال ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ جو زیادہ عابد و مجاہد ہو وہ زیادہ امن و اطمینان میں ہو۔ بلکہ جس پر خدا کی زیادہ عنایت ہوتی ہے وہی قرب الٰہی کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔

تصوّف اور معرفت کے طریقہ کی بنیاد ولایت اور اس کے اثبات پر ہے۔

جو لوگ کسی ولی میں معرفت کے نہ ہونے کے قائل ہیں ان کا قول معتبر نہیں۔

انسان میں نفس امّارہ ایک باغی کتّا ہے۔ کتّے کا چمڑا جب تک دباغت اور رنگ نہ کیا جائے پاک نہیں ہوتا۔ اسی طرح نفس کے خلاف مجاہدہ اس کا تزکیہ ہے۔

کرامت ایک ولی کے صدق کی علامت ہے۔

ولی کرامتوں سے مخصوص ہے اور نبی معجزوں سے۔

پیغمبر کی بزرگی اور رتبہ کی بلندی صرف معجزات ہی سے نہیں بلکہ عصمت کی صفائی سے ہے۔

تمام نبی لازماً ولی ہوتے ہیں مگر ولیوں میں سے کوئی ولی نبی نہیں ہو سکتا۔

اپنے سے غائب ہونا گویا حق کی حضوری ہے اور حق کی حضوری کا نتیجہ اپنی غیبت ہے۔

روح ایک لطیف شے ہے جو خدائے بزرگ و بلند کے حکم سے آمد و رفت رکھتی ہے۔

جب کوئی شخص قدیم کو مُحدث سے ممتاز و ممیز نہیں کر سکتا تو جو کچھ بھی وہ کہتا ہے اپنی گفتار میں جاہل ہوتا ہے۔

عارف لازماً عالم بھی ہوتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ ایک عالم عارف بھی ہو۔

بندہ کے لئے سب سے زیادہ دشوار چیز خدا کی پہچان ہے۔

جس کو خدا گمراہ کر دے اس کو کوئی بھی راہِ راست پر نہیں لا سکتا۔ اور جس کو خدا راہِ راست دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

راہِ حق کے سالکوں کا پہلا قدم توبہ و استغفار ہے۔

محبت ایک کیفیتِ حال ہے اور حال کبھی قال نہیں ہوتا۔ یعنی محبت اگر زبردستی پیدا کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے کیونکہ یہ سراسر عطائے الٰہی ہے یہاں زور و زر کا کام نہیں۔

علم سے غفلت اور بے پروائی اختیار کرنا محض کفر ہے۔

مشاہدہ مردوں کا میدان ہے اور مجاہدہ لڑکوں کا کھیل ہے۔

بوڑھوں کو چاہیئے کہ وہ جوانوں کا پاس خاطر کریں۔ کیونکہ ان کے گناہ مقابلۃً بہت کم ہیں۔ اور جوانوں کو چاہیئے کہ بوڑھوں کا احترام کریں کیونکہ وہ ان سے زیادہ عابد اور تجربہ کار ہیں۔

غذا کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ طبیعتوں کا برقرار رکھنا کھانے پینے کے بغیر ممکن نہیں لیکن شرطِ مروّت یہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔

فقیر کو چاہیئے کہ بادشاہوں کی ملاقات کو سانپ اور اژدھا کی ملاقات کے برابر سمجھے۔ خصوصاً جب وہ ملاقات اپنے نفس کے لئے ہو۔

مجرموں کو چاہیئے کہ وہ ناشائستہ اوامر سے اپنے حواس کو بچائیں اور جو چیزیں شرعاً ناجائز ہیں ان سے اجتناب کریں۔

خواہ کافروں کی سی ٹوپی سر پر رکھ مگر باطناً سچا مومن اور فقیر بنا رہ۔

حاجت بہ کلاہ برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش وکلاہِ تتری دار

ایک فقیر کے لئے مشاہدۂ کائنات اور معرفتِ حق کی تحصیل کا سیر دنیا سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ خود اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا۔ سِیرُوا فِی الاَرضِ۔

تیری خوشی اور غمی دونو رضائے حق کے لئے ہونی چاہئیں۔

(باقی آئندہ)

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ		۱۱
″ ″ ششماہی	..	۶
″ ″ ″	..	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	..	۴۲
″ ″ بحری جہاز ″		۱۵
″ ″ ہوائی ڈاک ششماہی	..	۲۱
″ ″ بحری	..	۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
″ ″ ″ بحری	۸۰	۲۲
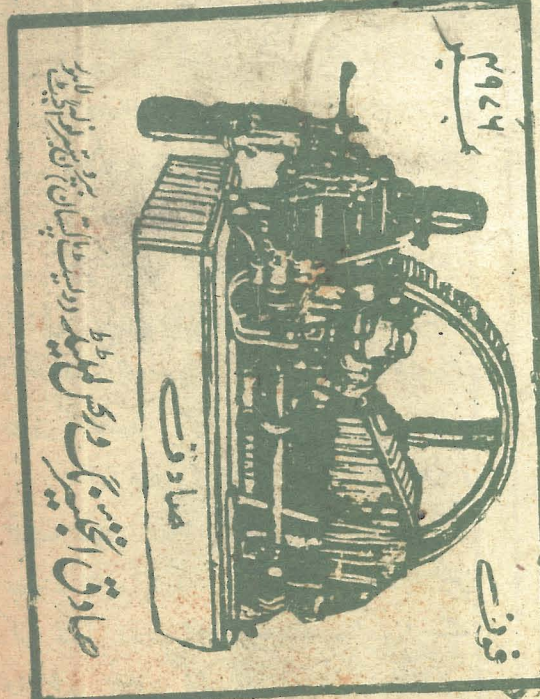
فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا۔

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C-B-T ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۴۹/۶۷-۲-۵۵۹ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۳ GM/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء